امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 8 جون 2019ء بمطابق شوال المکرم 1440ھ شمارہ 4

صلح کی کوششیں اور خلیل زاد کی تضاد بیانیاں

افغان روس تعلقات اور امارت اسلامیہ کا موقف

- افغانستان اور ویت نام
- ملا برادر جہادی سفارت کے مایہ ناز فرد
- محمد مرسی کی مظلومانہ موت
- امریکا ناقابل اعتبار ہے
- جہاد ہی امریکا کا علاج ہے

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال جاء رجل الی رسول الله ﷺ فقال يا رسول الله ﷺ ارأيتَ اِنْ جاءَ رجلٌ يريد اَخذَ مَالی ؟ قال فَلاتُعطِهِ مالك ـ قال ارأيت ان قاتلنی ؟ قال قاتله، قال ارأيت ان قتلنی ؟ قال فانت شهيد، قال ارأيت ان قتلته قال هو فی النار [رواه مسلم]

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! یہ فرمایئے کہ اگر کوئی آدمی میرا مال چھیننے کی نیت سے آئے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس کو اپنا مال مت لینے دو۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر وہ مجھ سے لڑے؟ [تو میں کیا کروں] آپ ﷺ نے فرمایا تم بھی اس سے لڑو۔ اس نے کہا کہ یہ بتایئے کہ اگر وہ مجھے قتل کردے؟ [تو میرا کیا ہوگا] آپ ﷺ نے فرمایا تو شہید ہوگا۔ اس نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر میں نے اسے قتل کیا تو؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ "وہ جہنم میں جائے گا"۔ [رواہ مسلم]

فرمان امیرالمومنین شیخ الحدیث ھبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ

اسلام میں بے گناہ مسلمان کا قتل شرک کے بعد دوسرا عظیم گناہ ہے۔ کوئی اہل ایمان نہیں چاہتا کہ اس سے ایسا گناہ سرزد ہو۔ امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے اللہ تعالی کی رضا کی خاطر جہاد کی پر مشقت زندگی قبول کی ہے۔ وہ کبھی بھی شعوری طور پر ایسا کام نہیں کرتے، جو اللہ تعالی کی سخت ناراضی کا سبب بنتا ہو۔ البتہ شہری ہلاکتوں کے معاملے میں حقیقت یہ ہے کہ ایسے بیشتر سانحات استعمار یا اس کے گروہوں کی جانب سے جان بوجھ کر پیش آتے ہیں۔ اس سے استعمار کا مقصد یہ ہے کہ جہادی کارروائیوں کو کمزور اور بدنام کیا جاسکے۔ استعمار ہی شہری ہلاکتوں کے مرتکب افراد کی فنڈنگ کرتا ہے۔ عوام کو ہشیار رہنا چاہیے کہ ہر حادثے کی گہرائی پر گہری نظر رکھا کریں۔ دشمن کے پروپیگنڈے کا شکار نہ ہوں۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد ۸/ جون ۲۰۱۹/ شوال ۱۴۴۰/ شمارہ ۳

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی

اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ 50 روپے

سالانہ 500 روپے

سالانہ زرِ تعاون

امریکا، آسٹریلیا، افریقا، یورپی ممالک: 40ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات: 30ڈالر

بنگلہ دیش: 28ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

'ماہنامہ شریعت' امارتِ اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے۔ یہ امارت اسلامیہ کے رسمی 'میڈیا و ثقافتی کمیشن' کی جانب سے شائع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری اسلام و کفر کی کشمکش، سیاسی و جہادی واقعات و حالات اور ستم رسیدہ مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے انسانیت سوز مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکسِ دروں

صلح کی کوششیں اور خلیل زاد کی تضاد بیانیاں 2
افغان روس تعلقات اور امارت اسلامیہ کا موقف 4
عید کے پیغام میں کچھ اہم نکات 6
اولب آخری پناہ گاہ 8
جہاد ہی امریکا کا علاج ہے 10
امریکا ناقابل اعتبار ہے 11
بھارت مسلمانوں کے لیے خطرناک ملک 12
افغانستان اور ویت نام 14
خلیج فارس میں تصادم 16
شہری ہلاکتوں کے ذمہ دار کون؟ 17
خلیج کے حالات کا رُخ 19
اشرف غنی انتظامیہ تباہی کے دہانے پر 21
عام شہریوں کا قتل عام اور دنیا کی دردناک خاموشی 22
فحاشی و عریانیت سے جہاد کا نقصان 24
امریکا کا واضح موقف 25
فتوحات کا تسلسل 26
کولمبو حملوں کے پیچھے مسلمان؟ 27
امارت اسلامیہ کے اُمراء 29
قطر مذاکرات کا مسئلہ 31
اپنی بقا کے امریکی بہانے 33
الفتح آپریشن اور دشمن کی پریشانی 34
ملا اور جہادی سفارت کے مایہ ناز فرد 35
محمد مرسی کی مظلومانہ موت 36
ایک اہم بنیادی مسئلہ 38
یوناما کی رپورٹ اور اصل حقائق 39
افغانستان مئی 2019 میں 40
جنگی جرائم مئی 2019 42

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine1
Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine
Web: www.alemarahurdu.com
E-mail: shariatmagazine@yahoo.com
WhatsApp: 0093708638285

صلح کی کوششیں اور خلیل زاد کی تضاد بیانیاں

تمام افغانوں، دنیا بھر کے مسلمانوں حتیٰ کہ غیر مسلم قوموں پر بھی یہ بات اب خوب واضح ہو چکی ہے کہ امریکہ اور اس کے دیگر اتحادیوں کے خلاف افغان مجاہدین کی طرف سے جاری جہاد کسی دنیاوی مفاد کے لئے نہیں بلکہ صرف اور صرف اپنے دین، ملت، عزت اور وطن عزیز کی دفاع کی خاطر جاری ہے۔ اب اگر یہ مقدس اہداف کسی بھی پر امن طریقے سے حاصل ہو سکتے ہیں تو افغان قوم بے وقوف نہیں کہ بجائے اسانی کے اپنے لئے مشکل اور پر مشقت راستے کا انتخاب کرتے۔

مادی لحاظ سے اپنے سے کئی گنا طاقت ور امریکا اور اس کے اتحادیوں کے ساتھ لڑنا اپنے اہداف کو پانے کا ایک مشکل اور پر مشقت راستہ ہے لیکن جب کوئی اور راستہ اور حل نہیں تو لامحالہ افغانوں کو یہ راستہ اختیار کرنا پڑ رہا ہے۔

اب جب کہ اسی 18 سالہ مقدس جہاد کی بدولت امریکہ اور اس کے اتحادی شکست کھا چکے ہیں اور اپنی طرف سے ہی امارت اسلامیہ کو مذاکرات کی دعوت دی ہے تو امارت اسلامیہ نے جنگ میں کامیابی اور یہ جاننے کے باوجود کہ اب دشمن ہمت ہار چکا ہے اور مزید جنگ کی قوت و سکت نہیں رکھتا لیکن پھر بھی جنگ بندی میں ملت کے لئے خیر اور اہداف تک رسائی میں آسانی دکھائی دینے پر امریکہ کی دعوت کو قبول کیا ہے، اور گزشتہ کئی ماہ سے قطر کے دار الخلافہ دوحہ میں امارت اسلامیہ کے نمایندے امریکا کے ساتھ مذاکرات میں مصروف ہیں۔ اب تک مذاکرات کی 6 نشستیں ہوئی ہیں جن میں ہر نشست پہلی نشست سے کامیاب اور جانبین کے لئے تسلی بخش ہے۔

واضح رہے کہ میڈیا اور پوری دنیا کو یہ علم ہے کہ مذاکرات کے گزشتہ 6 نشستوں میں ہر نشست کے بعد امارت اسلامیہ کے ترجمان محترم ذبیح اللہ مجاہد صاحب نے امارت اسلامیہ کے ویب سائٹس اور عالمی میڈیا کو اپنی انٹرویوز میں بارہا یہ وضاحت کی ہے کہ امریکہ اور امارت اسلامیہ افغانستان کے بیچ جاری مذکرات صرف دو اہم باتوں (امریکہ سمیت تمام بیرونی افواج کا افغانستان سے مکمل خروج اور افغانستان کی سرزمین امریکہ کے خلاف استعمال نہ ہونے کی تسلی) تک محدود رہے ہیں، جب تک امریکا افغانستان سے اپنی فوج مکمل طور پر نکالنے کا فیصلہ نہیں کرتا مذاکرات آگے نہیں بڑھیں گے، بیرونی افواج کا افغانستان سے نکلنا ہی امارت اسلامیہ کے لئے اہم بات ہے، اس کے علاوہ دیگر موضوعات کی حیثیت ثانوی ہے۔ کیونکہ افغانوں کی تمام مشکلات کی جڑ افغانستان میں بیرونی افواج کا وجود ہے، اس لئے جب تک اس بارے میں حتمی فیصلہ نہیں ہوتا دیگر موضوعات پر بحث کرنا وقت کا ضیاع اور بڑی غلطی ہے۔

امریکی مذاکراتی ٹیم کے سربراہ زلمی خلیل زاد نے بھی کئی بار اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ طالبان کے مذاکرات میں انہی دو باتوں (امریکہ سمیت تمام بیرونی افواج کا افغانستان سے مکمل خروج اور افغانستان کی سرزمین امریکہ کے خلاف استعمال نہ ہونے کی تسلی) تک محدود ہیں۔

تو اسی حقیقت کے پیش نظر چند دن قبل قطر میں امارت اسلامیہ کے دفتر کے ترجمان جناب سہیل شاہین نے امریکہ اور امارت اسلامیہ کے درمیان ہونے والے مذاکرات کے گزشتہ 6 نشستوں کے کامیابی، پیش رفت اور محصول کے بارے میں اپنے ایک ٹویٹر پیغام میں کہا ہے کہ "امریکہ افغانستان سے اپنی تمام تر فوج نکالنے اور آئندہ کے لئے افغانستان میں دخل اندازی نہ کرنے پر راضی ہوا ہے۔

محترم سہیل شاہین صاحب کے اس ٹویٹر کے جواب میں امریکی مذاکراتی ٹیم کے سربراہ زلمے خلیل زاد نے انتہائی حواس باختہ اور جذباتی کیفیت سے بھرپور رد عمل کا اظہار کیا ہے، انہوں نے ٹویٹر پر کہا ہے کہ امریکہ افغانستان سے اپنی تمام تر فوج نکالنے کے بارے میں موافقت کی کوشش میں نہیں بلکہ ایک ایسی موافقت اور صلح کی کوشش اور جستجو میں ہے جس کی اہم اور بنیادی باتیں بیرونی افواج کا خروج، جنگ بندی کا اعلان، سرزمین افغانستان کا امریکہ کے خلاف استعمال نہ ہونے کی یقین دہانی اور بین الافغانی مذاکرات ہوں گے۔

خلیل زاد نے یہ نیا شوشہ ایک ایسے وقت میں چھوڑا ہے جب کہ امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کا مذاکراتی ٹیم اور امریکہ کے نمائندے ایک دوسرے کے ساتھ مذاکرات کی ساتویں اور اہم نشست کے لئے پر تول رہے ہیں۔

جن لوگوں نے مذاکرات کے حوالے سے خلیل زاد کے انکشافات اور ٹویٹ دیکھے ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ ان کا حالیہ ٹویٹ ان کے سابقہ تمام ٹویٹر پیغامات سے متضاد ہے نہ صرف پرانے ٹویٹ بلکہ امریکہ سے ساتویں نشست کے لئے روانہ ہوتے وقت کئے گئے تازہ ٹویٹ کے بھی متضاد ہے، جس میں انہوں نے کہا تھا کہ اس دفعہ طالبان کے ساتھ بیرونی افواج کے خروج اور افغانستان کی زمین امریکہ کے خلاف استعمال نہ ہونے کی گارنٹی پر حتمی بات کریں گے۔

امریکی صدر ٹرمپ افغانستان کی جنگ سے نالاں ہے، افغانستان میں ہونے والے بڑے بڑے جنگی اخراجات پر پریشان ہے، گزشتہ 18 برس سے افغانستان میں امریکی وجود کو فضول سمجھتا ہے، جنگی ٹینشن ختم کرنے اور افغانستان سے امریکیوں کے خروج کے بارے میں خود اپنا خواہش ظاہر کرتا ہے۔ لگتا ہے وہ امریکا میں صدارتی انتخابات سے قبل افغانستان سے اپنی فوجیں نکالنے کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنا چاہتا ہے۔

تو خلیل زاد کے نئے انکشافات کا امریکی صدر کے موقف سے بھی تضاد اور ٹکراؤ ہے۔ خلیل زاد کے یہ غیر ذمہ دارانہ انکشافات اور ٹویٹ جو صلح کے لئے کی جانے والی کوششوں کے لئے نقصان دہ اور جانبین کے درمیان بے اعتمادی کا سبب بن رہے اس حساس وقت میں قابل تعجب ہیں۔

افغانستان میں جاری اس جنگ کو صلح کے ذریعے اختتام تک پہنچانا افغانستان کے ساتھ ساتھ امریکی قوم کے لئے بھی انتہائی ضروری ہے، یہ پورے خطے اور دنیا میں امن وامان کے قیام کے لئے ایک بہترین اقدام ہے، تو ایسے اچھے اقدام سے متعلق خلیل زاد کو بے باکانہ انکشافات سے روکنے اور اپنی غلطی کی طرف توجہ دلانا امریکی حکومت کی اخلاقی اور ڈپلومیٹک ذمہ داری ہے، انہیں چاہئے کہ اپنی یہ ذمہ داری وقت پر ادا کرے۔

ہاں یہ ہے کہ گزشتہ 18 برسوں میں افغان قوم خصوصا امارت اسلامیہ امریکہ کی منافقت اور تضادات سے بھرپور کردار سے خوب واقف ہو چکا ہے اس لئے خلیل زاد کے یہ تضادات امارت اسلامیہ کے ہاں کچھ خاص قابل تعجب نہیں ہیں۔

امارت اسلامیہ امریکہ کے تمام مکر وفریب کی طرف متوجہ ہے اور بڑی احتیاط کے ساتھ پیش رفت جاری رکھے ہوئے ہیں، یہی مذاکرات کی طوالت کی وجہ بھی ہے، اب جبکہ دو دن بعد مذاکرات کی ساتویں نشست ہونے جارہی ہے اور کہا جارہا ہے کہ یہ نہایت اہم نشست ہوگی تو ضروری نہیں کہ یہ آخری نشست ہو۔ امارت اسلامیہ کے زیرک اور ہوشیار مذاکراتی ٹیم نہایت احتیاط کے ساتھ قدم اٹھائیں گے، اچھی تدبیر سے کام لیں گے اور قوم کی امیدوں کے ہم آہنگ اپنے اعلیٰ اہداف کے حصول کے لئے اس محاذ کو فتح کرنے کی پوری کوشش کریں گے۔ پوری قوم کی دعائیں ان کے ساتھ ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو عسکری میدان کی طرح ڈپلومیسی کے میدان میں بھی کامیابی عطا فرمائے گا ان شاء اللہ، اور وہ تمام اہداف حاصل ہوں گے جن کے حصول کے لئے افغان قوم نے بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں۔

افغان روس تعلقات اور امارت اسلامیہ کا موقف

افغان روس سفارتی تعلقات کی ایک صدی کی تکمیل پر روس کی جانب سے کابل انتظامیہ کے نمائندوں، افغان سیاست دانوں اور امارت اسلامیہ کے نمائندوں کو شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ یہ اجلاس 28 مئی کو ماسکو میں منعقد ہوا۔ امارت اسلامیہ کی جانب سے اس اجلاس میں شرکت کے لیے جانے والے وفد کی سربراہی سیاسی دفتر قطر کے سربراہ ملابرادر کر رہے تھے۔ امارت اسلامیہ نے روس سے ماضی، حال اور مستقبل کے تعلقات کے حوالے سے اپنا انتہائی متوازن موقف پیش کیا۔ ماہنامہ شریعت اپنے قارئین کے لیے اس اجلاس میں محترم ملابرادراخوند حفظہ اللہ اور ان کی نمائندگی میں کی گئی محترم ملاامیر خان متقی کی گفتگو اپنے قارئین کے لیے پشتو سے اردو ترجمہ میں پیش کر رہا ہے۔ (ادارہ)

محترم حضرت ملابرادر صاحب حفظہ اللہ کی گفتگو

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد

سب سے پہلے مجلس کے تمام شرکاء کو سلام پیش کرتا ہوں۔ مجھے خوشی ہے ہم ایک جگہ بیٹھے ہیں۔ روسی حکومت کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جس نے ہمیں مل بیٹھنے اور بات کرنے کا موقع فراہم کیا۔ امارت اسلامیہ واقعۃ امن اور مصالحت کے لیے تیار ہے۔ وہ چاہتی ہے سب سے پہلے مصالحت کی راہ میں حائل رکاوٹیں دور کی جائیں۔ افغانستان سے جارحیت کا خاتمہ ہو جائے۔ روس اور افغانستان کے سوسالہ تعلقات کے حوالے سے محترم مولوی امیر خان متقی صاحب امارت اسلامیہ کا موقف پیش کر دیں گے۔ بہت شکریہ

ملاامیر خان متقی کی گفتگو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

افغانستان اور روس کے صدسالہ تعلقات کے حوالے سے امارت اسلامیہ افغانستان کا بیانیہ

افغانستان اور روس کے باہم تعلقات بہت پرانے ہیں۔ یہ ایک دوسرے کے بہت قریب واقع ہیں۔ فطری بات ہے کہ پڑوسیوں اور خطے کے قریبی ممالک کے درمیان تعلقات اور سیاسی تعامل ناگزیر اور ناقابل انکار حقیقت ہے۔ پڑوسیوں کے مفادات و منافع اور نقصانات و خسارے ایک دوسرے سے وابستہ ہوتے ہیں۔ اس لیے ہر ملک کی کوشش ہوتی ہے کہ اپنے پڑوسیوں سے بہتر تعلقات قائم کرے۔ اس لیے افغانستان اور روس نے قریبی ممالک ہونے کی حیثیت سے گزشتہ ڈھائی پیڑیوں سے کسی نہ کسی شکل میں تعلقات قائم رکھے ہیں۔ حتی کہ 1919 میں یہ تعلقات سفیروں کے تبادلوں کی حد تک گرم ہوگئے۔ اس صد سالہ تاریخ پر طائرانہ نگاہ ڈالی جائے تو ان تعلقات کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ یہ تعلقات 1919 سے 1950 تک دوطرفہ احترام، عدم مداخلت اور ایک دوسرے کے داخلی معاملات میں غیر جانب دارانہ بنیادوں پر قائم رہے۔

یہ دور ہمارے عوام کی نظر میں دوطرفہ تعلقات میں مثبت روابط کا دور تھا۔ جب 1919 میں افغان عوام نے انگریزوں سے آزادی حاصل کی تو روسی حکمرانوں نے اس کو خوش آئند قرار دیا اور اسے مغربی استعمار سے مشرقی

ممالک کی آزادی کا سندیسہ قرار دیا۔ اگست 1926 میں افغان حکومت اور روس کے درمیان عدم تجاوز، غیر جانب داری اور دوطرفہ احترام کا معاہدہ طے پانا ایک دوسرے کے بہتر مستقبل کے لیے بہتر پیش رفت تھی۔ جس نے ہمارے جارحیت زدہ عوام کو شمالی پڑوسی کی جانب سے اعتماد اور اطمینان فراہم کیا۔ بعد ازاں افغان حکمرانوں محمد نادر شاہ اور محمد ظاہر شاہ کی جانب سے بھی اس معاہدے کی تائید کی گئی اور اسے جاری رکھا گیا، جس نے مستقبل کے تعلقات پر بہتر اثرات مرتب کیے۔ افغانستان اور سوویت یونین کے تعلقات کا دوسرا مرحلہ 1950 سے شروع ہوتا ہے۔ جب دونوں ممالک کے درمیان اقتصادی تعاون کا نیا باب کھول دیا گیا۔ ان سالوں میں افغانستان کی اقتصادی اسٹریٹیجی کی بنیاد رکھی گئی۔ 140 سے زیادہ منصوبوں کا آغاز کیا گیا۔ جن میں بڑی شاہراہوں کی تعمیر شامل ہے۔ جس نے ملک کے دور دراز علاقوں کو دارالحکومت کابل سے منسلک کر دیا۔ جلال آباد میں مالٹوں اور زیتون کے باغات کا قیام، آب رسانی کا نظام، کابل پلی تخنیک، پارکوں، رہائشی کالونیوں اور مکانات کی تعمیر، سالنگ ٹنل کی تعمیر، بہت سے بجلی گھروں کی تعمیر جیسے نغلو اور مزار کود اور بجلی گھر وغیرہ۔ کچھ ماہرین کے مطابق 1950 سے 1960 تک اس دور کے سوویت اتحاد نے جن میں سرفہرست روس تھا، افغانستان سے ایک ارب ڈالر سے زیادہ کا تعاون کیا۔ یہ مرحلہ ہمارے ملک کی ترقی اور تعمیر کے حوالے سے بہت اہم مرحلہ سمجھا جاتا ہے۔

افسوس کہ اس دور کے سوویت حکمرانوں نے باہمی تجارت کے پس پردہ افغانستان میں اپنے افکار اور سیاسی نفوذ کا کام شروع کر دیا۔ جس کے بعد ہمہ پہلو تعلقات کا تیسرا دور شروع ہوتا ہے۔ جو سیاسی مداخلت، اس کے بعد براہ راست عسکری جارحیت اور اس کے مقابلے میں افغان عوام کی مزاحمت اور جہاد کا دور تھا۔ تعلقات کے اس مرحلے نے افغانستان سمیت روس کو بھی انتہائی بھاری نقصان پہنچایا۔ سوویت اتحاد کو ٹکڑوں میں تقسیم کر ڈالا۔ اگر تاریخ کو مستقبل کے لیے رہنما اور ہدایت کا مرجع قرار دیں تو ہم دیکھ سکتے ہیں کہ افغانستان اور روس کے تعلقات میں عدم مداخلت اور دوطرفہ احترام کے اصولوں پر قائم پہلا مرحلہ تھا، اس نے دونوں ممالک کو خوش حالی، امن اور اعتماد بخشا تھا۔ جب کہ تعلقات کے جس مرحلے میں سیاسی مداخلت شروع ہوئی، اس نے طرفین کو نہ صرف بھاری جانی و مالی نقصان پہنچایا، بلکہ خطے اور عالمی سطح پر بھی اس کے سنگین نتائج سامنے آئے۔

گزشتہ تجربات کو سامنے رکھتے ہوئے سب کو یہ ادراک کر لینا چاہیے کہ پڑوسیوں کے درمیان ایسا سلوک اور تعلقات مناسب ہیں، جو سب کے مفادات کا تحفظ کریں۔ ہر کوئی اپنے مفادات اور منافع کا ایسا تعین کرے، ایسے قانونی طریقوں سے اسے حاصل کرنے کے لیے کوشش کرے، جس سے دوسروں کے مصالح اور مفادات کے لیے خطرہ پیدا نہ ہو اور ان پر زد نہ پڑے۔ امارت اسلامیہ افغانستان پڑوسی ممالک، خطے اور دنیا بھر کے ممالک کے ساتھ مثبت تعلقات چاہتی ہے۔ وہ کسی کو یہ اجازت نہیں دیتی کہ کوئی افغانستان کی سرزمین کسی کے خلاف استعمال کرے۔ امارت اسلامیہ یہ بھی برداشت نہیں کرسکتی کہ کوئی افغانستان کو نقصان پہنچانے کے لیے دخل اندازی کرے۔ رشین فیڈریشن سے مستقبل کے تعلقات دونوں ممالک کے قومی مفادات اور عدم مداخلت کے اصولوں پر قائم ہونے چاہییں۔ تاکہ گزشتہ تلخ اور ناکام تجربات کا تکرار نہ ہوجائے۔ ایک دوسرے کو خیر پہنچانے اور مثبت تعامل کی پالیسی اختیار کی جائے۔

عید کے پیغام میں کچھ اہم نکات

عبدالرحیم ثاقب

امارت اسلامیہ کے سربراہ ہر سال معمول کے مطابق عید کے موقع پر اپنے پیغام میں اہم واقعات اور مسائل کے بارے میں اپنا نکتہ نظر پیش کرتے ہیں۔ حالیہ عید الفطر کے پیغام میں بھی انہوں نے حسب سابق اہم واقعات اور عسکری، سیاسی اور سماجی مسائل بارے وضاحت کے ساتھ امارت اسلامیہ کا موقف بیان کیا، جس کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

1. انہوں نے سب سے پہلے امریکی جارحیت کے خلاف جرات سے مجاہدین کی شجاعت اور قربانیوں کی ستائش کی اور اس پر فخر کیا۔

قیادت کی طرف سے جاری پیغام میں مجاہدین کی قربانیوں کا تذکرہ اور ان پر فخر کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسلام اور آزادی کے لیے جہاد کرنے والے نوجوانوں کی قربانیوں اور جدوجہد کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیوں کہ یہ ان کا اثاثہ ہیں ۔ اسی جذبے کے تحت مجاہدین بھی اپنی قیادت کی اطاعت کو دینی فریضہ سمجھتے ہیں۔ ان کی ہدایات اور احکامات پر عمل کرتے ہیں۔ انہوں نے قوم کی قربانیوں بارے پیغام میں کہا:

'اللہ تعالی کی مدد اور عوام کی حمایت سے آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جارحیت کے خاتمے کے لیے آپ کا جہاد کامیابی کی جانب گامزن ہے۔ ان شاء اللہ۔ قابض فوجی جتنا بھی اپنی عسکری اور تکنیکی طاقت پر غرور کریں، مظلوم افغان عوام کے خلاف پر تشدد کارروائیاں کریں، ان کے غرور کا سر نیچے ہوا ہے۔ مجاہدین کی قربانیوں کی بدولت دشمن کو ہزیمت اٹھانا پڑی ہے۔ امریکا شکست کا سامنا ہے۔ تاریخی لحاظ سے فوجی اور سیاسی محاذوں پر امارت اسلامیہ کو برتری حاصل ہے ۔ اس حوالے سے امارت اسلامیہ نے جہادی کارروائیوں کے نتیجے میں قابل ستائش پیش رفت کی ہے۔ اسی طرح سیاسی میدان میں بھی کامیابی حاصل کی ہے۔ عسکری اور سیاسی محاذ پر جدوجہد کا بنیادی مقصد امریکی جارحیت کا خاتمہ ہے۔ اسی لیے قطر میں امریکا کے ساتھ امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے نمائندے مذاکرات کر رہے ہیں۔'

2. پیغام کے دوسرے پیراگراف میں جہادی کامیابیوں کے نتیجے میں امریکا کے ساتھ بات چیت بارے اظہار خیال کیا گیا ہے ۔ مذاکرات بارے واضح موقف بیان کیا گیا ہے۔ ایک جگہ لکھا ہے کہ:

'دوست اور دشمن یہ بات نوٹ کرلیں کہ ہمارے سیاسی معاملات میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ ہم دوغلی پالیسی پر یقین نہیں رکھتے۔ مذاکرات کی آڑ میں وقت گزارنے اور پس پردہ خفیہ سازشیں کرنے کے ہم قائل ہیں اور نہ ہی اسے کامیابی کا راز سمجھتے ہیں۔ کوئی ہم سے یہ توقع نہ رکھے کہ ہم اپنے مقصد تک پہنچنے سے پہلے جہادی کارروائیاں ترک کر کے چالیس سالہ کی قربانیاں ضائع کر دیں گے۔'

3. سیاسی مستقبل کے حوالے سے ایک اہم موضوع شراکتِ اقتدار کا ہے، جس کے بارے میں قیادت نے بڑی وضاحت کے ساتھ امارت اسلامیہ کا موقف پیش کیا ہے۔ مستقبل کے نظام کے بارے میں افغان عوام اور عالمی برادری کو تشویش ہے۔ امارت اسلامیہ نے اپنے پیغام میں اس تشویش کو درج ذیل وضاحت سے دور کرنے کی کوشش کی ہے۔

'اب وہ وقت آگیا ہے کہ تمام افغان عوام یک زبان ہو کر جارحیت کے خاتمے، اسلامی نظام کے نفاذ اور قومی وحدت کے لیے آواز بلند کریں۔ امارت اسلامیہ کی پالیسی یہ نہیں ہے کہ وہ اقتدار پر مکمل کنٹرول حاصل کرے، بلکہ ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ تمام افغان عوام کو اقتدار میں شریک کر کے اسلامی نظام کے نفاذ اور ملک کی ترقی کے لیے کردار ادا کریں۔ اسی لیے امارت اسلامیہ اسلامی اصولوں کی روشنی میں افغانستان کے مستقبل کے لیے مثبت کردار ادا کرنے کے لیے پرعزم ہے۔'

4. پیغام میں امریکی جارحیت کے خاتمے کے بعد افغانستان کی خارجہ پالیسی کے حوالے سے بھی موقف بیان کیا گیا ہے:

'ہم عالمی برادری اور ہمسایہ ممالک کو یقین دلاتے ہیں کہ مستقبل میں افغان سرزمین کسی کے خلاف استعمال ہونے کی اجازت دیں گے اور نہ ہی کسی کو افغانستان کی سرزمین استعمال کرنے کی اجازت دیں گے۔'

اس پیغام میں بڑا واضح موقف پیش کیا گیا ہے، جو نہایت اہم ہے۔ افغانستان کا جغرافیہ ایسا ہے، جو عالمی برادری کے لیے بھی اہمیت کا حامل ہے۔ دنیا کی بااثر قوتیں اس لیے افغانستان کو زیر کرنے کی کوشش میں ہیں کہ اس سرزمین سے اپنے سیاسی، فوجی اور اقتصادی منصوبوں تک پہنچ سکیں۔ قیادت کے پیغام میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ افغانستان کی سرزمین کو کسی کے خلاف استعمال ہونے کی اجازت دیں گے اور نہ ہی کسی کو یہ اجازت دیں گے کہ وہ افغانستان کو بری نظر سے دیکھے۔'

پیغام میں مزید کہا گیا ہے کہ امارت اسلامیہ کے نزدیک پرامن افغانستان عالمی برادری کے لیے بھی ضروری ہے۔ امارت اسلامیہ عالمی برادری اور بالخصوص ہمسایہ ممالک کے ساتھ مثبت تعلقات پر یقین رکھتی ہے۔ ہمسایہ ممالک کے ساتھ اصولوں کی بنیاد پر تعلقات قائم رکھنے کی خواہاں ہے۔ تاہم امریکا اور کابل انتظامیہ جنگ کو طویل کرنے، قومی، علاقائی اور سیاسی تعصبات کو ہوا دینے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ تاکہ افغانستان کو عالمی برادری اور بالخصوص ہمسایہ ممالک کے خلاف ایک مورچے کے طور پر استعمال کیا جاسکے۔ داعش جیسی تنظیموں کو تقویت بخشنے کی کوششیں بھی جاری ہیں۔ اللہ کے فضل سے مجاہدین نے اس فتنے کی سرکوبی کی ہے۔ اس کو شکست دی ہے۔ امریکی جرنیل اور کٹھ پتلی حکام افغان عوام کی مزاحمت اور جہادی عظمت کے سامنے سر جھکانے پر مجبور ہیں۔

پیغام میں موجودہ صورت حال کے حوالے سے اہم نکات شامل ہیں۔ جسے غور سے پڑھنے اور اس پر سوچنے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح سیاسی نظام کے بارے میں بھی وضاحت کی گئی ہے، جو افغان عوام اور عالمی برادری کی تشویش کو دور کرنے کے لیے کافی ہے۔

ادلب، آخری پناہ گاہ

شہید زوی

رواں سال 2019 اپریل کے پہلے ہفتے سے صدر بشار الاسد نے اپنے اہم اتحادی روس اور ایران کے تعاون سے سنی مسلمانوں کے کثیر آبادی کے علاقے ادلب میں ظلم اور وحشت کا انتہائی خون خوار سلسلہ شروع کیا ہے۔ جس کی وجہ سے بڑی تباہی ہوئی ہے اور بہت سے بے گناہ مسلمان شہید ہوئے ہیں۔ روس اور ایران کے تعاون سے فضائی وحشیانہ بمباریوں کے نتیجے میں بے شمار عمارتیں زمین بوس ہو چکی ہیں۔ جن میں خواتین اور بچوں سمیت سیکڑوں مسلمان شہید ہو چکے ہیں۔ ادلب کی سڑکوں پر مسلمانوں کی جلی کٹی لاشیں پڑی ہیں۔ بمباری کے خوف سے کوئی نکل کر انہیں اٹھانے کی جرات نہیں کرتا۔ سوشل میڈیا کے ذریعے شائع شدہ تصاویر انتہائی دردناک ہیں۔ پورا معاشرہ بشار کے مظالم کا تماشا دیکھ رہا ہے۔ کوئی بھی اس وحشت کو روکنے کے لیے اقدام نہیں کرتا۔ کہا جاتا ہے معرۃ النعمان، معرۃ حرمہ، خان شیخون، سفوہین اور کفرزیتا نامی علاقے حالیہ بمباری میں شدید متاثر ہوئے ہیں۔

اب تک ادلب سے چار لاکھ افراد نقل مکانی کر چکے ہیں۔ باقی تین ملین لوگ موت کے خطرے کا سامنا کر رہے ہیں۔ ادلب پوری طرح فضائی اور زمینی محاصرے میں ہے۔ کوئی باہر نکل سکتا ہے اور نہ کوئی انہیں دوا اور خوراک پہنچا سکتا ہے۔ دردناک بات یہ ہے کہ بشار الاسد کی جانب سے ایک بار پھر عام لوگوں پر کیمیائی مواد کا استعمال کیا گیا ہے۔ فرانس کے وزیر خارجہ ژان اویو لودریان نے قومی اسمبلی کی خارجہ کمیٹی سے خطاب میں کہا کہ شامی حکومت کی جانب سے ادلب میں عام لوگوں پر کیمیائی مواد کے استعمال کے شواہد حاصل کر لیے ہیں۔ اس حوالے سے اقوام متحدہ کو مزید تحقیق کرنی چاہیے۔ اس سے قبل 22 مئی کو امریکا نے دعوی کیا تھا کہ ادلب میں اسد انتظامیہ کی جانب سے عام لوگوں پر کلورین گیس کے استعمال کی کچھ نشانیاں ملی ہیں۔ کیمیائی مواد کا استعمال سرخ لائین عبور کرنا ہے۔ اس کے برے نتائج ہوں گے۔ یاد رہے کیمیائی مواد کے استعمال کے الزام پر اس سے امریکا دو مرتبہ اسد انتظامیہ کے فوجی مراکز کو حملے کا ہدف بنا چکا ہے۔

> چوں کہ روس کے شام میں مفادات ہیں، اس لیے وہ بشار الاسد کی موجودگی برقرار رکھنا چاہتا ہے۔ روس کی نظریں طرطوس بندرگاہ پر ٹکی ہوئی ہیں۔ روسی وزیراعظم کے سیکرٹری یوری بوریسوف چند دن قبل دمشق کے دورے کے دوران شام کے صدر بشار الاسد سے ملے۔ انہوں نے ملاقات کے بعد پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں نے شامی صدر سے طرطوس بندرگاہ کے حوالے سے بات کی ہے۔ وہ تیار ہیں کہ 49 سالوں کے لیے طرطوس بندرگاہ روس کو اجارہ پر دے دیں۔

اپریل 2017 میں خان شیخون میں اسد انتظامیہ نے کیمیائی مواد کا استعمال کیا تھا۔ پھر دمشق کے قریب دوما نامی علاقے میں یہ عمل دہرایا گیا، جس کی وجہ سے امریکا اور فرانس نے اسد انتظامیہ کے خلاف کارروائی کا فیصلہ

کیا تھا۔ گزشتہ ادوار میں اسد انتظامیہ پر کیمیائی مواد کے استعمال کا الزام لگایا گیا تو اس نے پوری شد و مد سے اس کا انکار کیا تھا۔ گزشتہ کی طرح اس بار بھی وہ انکار کر رہا ہے۔ یاد رہے ادلب اسد انتظامیہ کے مخالفین کی آخری پناہ گاہ ہے۔ جس پر فوجی جارحیت عالمی اصولوں سے واضح سرتابی ہے۔ گزشتہ سال ستمبر 2018 میں روس کے شہر سوچی میں صدر طیب اردگان اور صدر پیوٹن کے درمیان ملاقات میں دونوں رہنماؤں کے درمیان معاہدہ طے پایا تھا کہ ادلب گرین زون ہوگا۔ لوگوں کے لیے جنگ سے محفوظ اور غیر عسکری علاقہ۔ اس معاہدے کے مطابق ادلب ان چار علاقوں میں سے ایک تھا، جن میں ہر طرح کی عسکری فعالیت ممنوع تھی۔ روس اور اسد انتظامیہ نے اس معاہدے کا کوئی خیال نہیں رکھا۔ رمضان المبارک میں یہ حملے اور بڑھ گئے تھے۔

شام کے اس سانحے کے ذمہ داروں میں لبنانی ملیشیا حزب اللہ، ایران کی پاسداران انقلاب اور خود بشارالاسد ملیشیا شامل ہے۔ بعد ازاں روس اور امریکا بھی اس میں شامل ہوگئے تھے۔

بشارالاسد حزب اللہ، پاسداران انقلاب اور اپنی ظالم فوج کا احسان مند ہے۔ جب کہ بشار الاسد پر روس کا احسان دوسروں کی نسبت زیادہ ہے۔ کیوں کہ اس نے عقیدے کے لحاظ کے بغیر بشار کی مدد کی۔ وہ ایسے دور میں بشار کی پشت پر کھڑا ہوا، جب مجاہدین نے بشارالاسد سے بڑے بڑے شہر چھین لیے تھے۔ بشار کا حلقہ اقتدار بہت محدود ہو گیا اور قریب تھا کہ اس حکومت گر جاتی۔

چوں کہ روس کے شام میں مفادات ہیں، اس لیے وہ بشارالاسد کی موجودگی برقرار رکھنا چاہتا ہے۔ روس کی نظریں طرطوس بندرگاہ پر ٹکی ہوئی ہیں۔ روسی وزیر اعظم کے سیکرٹری یوری بوریسوف چند دن قبل دمشق کے دورے کے دوران شام کے صدر بشارالاسد سے ملے۔ انہوں نے ملاقات کے بعد پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں نے شامی صدر سے طرطوس بندرگاہ کے حوالے سے بات کی ہے۔ وہ تیار ہیں کہ 49 سالوں کے لیے طرطوس بندرگاہ روس کو اجارہ پر دے دیں۔

شام کے معاملے میں امریکا نے شروع میں اپوزیشن کے نام پر بشارالاسد کے مخالفین کی مدد کی تو اس کا مقصد انہیں اقتدار تک پہنچانا، ڈکٹیٹر شپ کا خاتمہ یا جمہوریت کا قیام نہیں تھا، بلکہ انہیں ہلاشیری دینا تھا کہ وہ پورے ملک میں بشار کے خلاف جنگ شروع کریں۔ جب وہ مضبوط ہوگئے، بشارالاسد ملک کے چوتھے حصے سے بھی کم حصے تک محدود ہو گیا تو امریکا اسی وقت پسپا ہو گیا۔ اس نے ایسی پالیسی اختیار کر لی، جیسے اس کا شام کے مسئلے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جس کا مقصد روس اور ایران کو یہاں لانا اور بشارالاسد کو مضبوط کرنا تھا۔

روس نے امریکا کی اسی غیر جانب داری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے شام میں فوجی مداخلت کی۔ دسمبر 2015 کے اواخر میں روسی طیاروں نے شام کے شہروں پر بمباری شروع کر دی اور اپنے بڑے سمندری جہاز طرطوس بندرگاہ تک پہنچا دیے۔ امریکا نے روس کے مقابلے میں چھوٹا سا عملی ردعمل بھی نہ دکھایا۔ شامی مسلمانوں کو اسدی، ایرانی اور روسی بھیڑیوں کے آگے چھوڑ دیا۔ شامی مسلمانوں کو مارنے کے لیے بشارالاسد، روس، ایران، حزب اللہ اور سیکڑوں شیعہ گروپوں نے اتحاد بنا رکھا ہے۔

جہاد ہی امریکا کا علاج ہے

ہارون بلخی

گیارہ ستمبر حملوں کے نتیجے میں افغانستان پر حملہ کرنے کو ہی دنیا اور خاص کر امریکا کو محفوظ بنانے کا واحد طریقہ پیش کیا گیا۔ امریکا بہادر نے نائن الیون کے بعد افغانستان میں مداخلت تو کر لی، مگر وہ طاقت کے بل بوتے افغانستان کو زیر نہ کر سکا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ افغانستان پر کوئی بیرونی حملہ آور قابض ہونے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ بیسویں دہائی کے آخر میں سوویت یونین اسی کوشش میں پارہ پارہ ہوگیا۔ اب امریکا و نیٹو سوویت یونین کی حالت میں ہیں۔

روس کے بعد امریکا نے بھی اپنی تاریخ کی طویل ترین جنگ لڑنے کا آغاز کیا۔ اٹھارہ برس تک مسلسل طالبان پر کارپٹ بمباری کے باوجود امریکا افغانستان کے مختصر حصے پر بھی قابض نہیں ہو سکا۔ افغانستان کا ساٹھ فیصد رقبہ طالبان کے کنٹرول میں ہے۔ امریکا اور دیگر غاصب فوجیں محفوظ پناہ گاہوں میں محصور ہیں۔ طالبان نے حملے سے قبل امریکا کو بار بار مذاکرات کی دعوت دی۔ امریکا ہوش کے بجائے جوش کی زبان بول رہا تھا۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے بھی طالبان کی بربادی کے لیے امریکا کی ہاں میں ہاں ملا دی۔ اس نے جنگ کی منظوری دے کر افغان مظلوم و مصیبت زدہ عوام کو ایک مرتبہ پھر جنگ کی آگ میں دھکیل دیا۔ اٹھارہ برسوں کے دوران لاکھوں افغان عوام شہید، زخمی، معذور اور اپنا گھربار چھوڑنے پر مجبور کر دیے گئے۔ ان تمام مظالم کے باوجود امریکا بہادر طالبان کو ختم کر سکا اور نہ ہی کابل میں اپنی مرضی کی حکومت قائم کو محفوظ کر سکا۔

ننگے پاؤں، فوجی وردی سے عاری طالبان ایک بار پھر ایک ایسی قوت بن کر ابھرے ہیں، جس پر دنیا بھی انگشت بدنداں ہے۔ وہ پھر فتح یاب ہونے والے ہیں۔ عالمی طاقت سمجھی جانے والی دو طاقتوں کی بات ہی علیحدہ ہے، دیکھا جائے تو پوری طاقت و دنیا ہی افغانستان کے پہاڑوں، میدانوں اور خارزاروں میں دھول چاٹتی نظر آتی ہے۔

گزشتہ چند ماہ سے امریکا اور طالبان کے درمیان براہ راست مذاکرات شروع ہیں۔ اب تک مذاکرات کے چھ مرحلے مکمل ہو چکے ہیں۔ کہا جا رہا ہے فریقین کے درمیان کافی پیش ترفت ہوئی ہیں۔ فریقین کی جانب سے مذاکرات کا ایجنڈا متعین کیا گیا ہے۔ طالبان کا مطالبہ ہے کہ تمام غاصب بیرونی فوجیں افغانستان سے مکمل طور پر نکل جائیں۔ امریکا کا اصرار ہے کہ آئندہ افغان سرزمین سے امریکا اور یورپی ممالک کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو۔

طالبان نے اپنا موقف واضح کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ ایک ایسی قوت ہیں، جسے نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے بغیر افغانستان میں امن ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے ہر کوئی چاہتا ہے طالبان سے براہ راست ملاقاتیں کی جائیں۔ ان کے مؤقف کو سنا جائے۔ اقوام متحدہ اور عالمی برادری سمجھتی اور یہ اندازہ کر چکی ہے کہ بیرونی قوتوں کے خلاف طالبان کی جدوجہد آخرکار انہیں فتح دلوائے گی۔ طالبان اپنے حامیوں کو 18 برس سے بتا رہے ہیں کہ ہم غیر ملکی قوتوں سے لڑ رہے ہیں۔ سب سے اہم چیز یہ کہ افغان عوام نے طالبان کی قیادت میں غیر ملکی قوتوں کے خلاف ایک جائز جنگ لڑی ہے۔ دشمن کو پہلے عسکری اور بعد میں امن معاہدے کے ذریعے ملک چھوڑنے پر مجبور کیا جائے گا۔

فغانستان میں امن کے لیے بین الاقوامی سطح پر کوششیں تیزی کے ساتھ جاری ہیں۔ جس کے مثبت نتائج برآمد ہونے کی امید کی جا سکتی ہے۔ افغانستان میں امن کا قیام نہایت ناگزیر ہے۔ امریکا سمیت دوسرے ممالک اس حقیقت کا برملا اظہار کرتے آ رہے ہیں۔ افغانستان میں امن کے قیام کے لیے مخلصانہ طور پر کردار ادا کرنا ضروری ہے۔ یہ حقیقت بھی تمام ممالک جانتے ہیں کہ امن کا واحد طریقہ باہمی مذاکرات اور مفاہمت کا عمل ہے۔

اس حوالے سے مبصرین کہتے ہیں افغانستان میں امریکا کی موجودگی سے خطے اور دنیا میں بدامنی پھیلتی رہے گی۔ طالبان نے روس، چین، ترکی اور ایران سمیت کئی ممالک سے رابطے رکھے ہوئے ہیں۔ خطے کے ممالک یہ چاہتے ہیں کہ افغانستان میں امن ہو۔ تاکہ یہاں معاشی ترقی کی راہ ہموار ہو سکے۔ ماضی میں بھی امریکا نے امن کوششوں کو نقصان پہنچایا ہے۔ جب ہم نے مذاکرات کی کوشش کی تو امریکا نے انہیں نقصان پہنچایا۔ اب بھی مذاکرات شروع ہوئے ہیں تو امریکا اس میں رکاوٹیں کھڑی کر رہا ہے۔

تجزیہ نگاروں کا مزید کہنا ہے کہ طالبان افغان حکومت کو قانونی حیثیت نہیں دینا چاہتے۔ طالبان کو یقین ہے کہ کابل انتظامیہ اختیارات سے عاری ہے۔ طالبان کے خیال میں یہ حکومت زیادہ عرصہ نہیں چلے گی۔ ایسا لگتا ہے وہ انتظار کر رہے ہیں، جیسا کہ انہوں نے ماضی میں انتظار کیا ہے۔ دوسری جانب ٹرمپ نے گزشتہ دنوں کہا تھا کہ افغان جنگ نے عظیم سوویت یونین کو روس بنا دیا تھا۔ امریکا بھی کھربوں ڈالر خرچ کر کے افغانستان میں ناکام و نامراد رہا۔ ہمارے 'دوستوں' نے دھوکہ دیا۔ امریکا بھی اس لاحاصل اور بے مقصد جنگ سے جان چھڑا رہا ہے۔ تقریباً دو دہائیاں قبل افغانستان کے کوہساروں پر آگ و بارود کی جو بارش برسائی گئی تھی، اس کا انجام دنیا کے سامنے ہے۔

امریکا ناقابل اعتبار ہے

فرہاد اتل

پچھلے نو ماہ سے طالبان اور امریکا کے درمیان مذاکرات جاری ہیں۔ طالبان نے بیرونی فوج کے مکمل انخلا، جب کہ امریکا افغان سرزمین اپنے خلاف استعمال نہ ہونے کی ضمانت مانگ رہا ہے۔ اب تک اس سلسلے کے چھے راؤنڈ ہوئے ہیں۔ ساتواں راؤنڈ بھی دم تحریر شروع ہے۔ اب تک کی نشستوں سے فریقین مطمئن ہیں۔ امریکا کے مکمل انخلا اور افغان سرزمین امریکا کے خلاف استعمال نہ ہونے جیسی بنیادی باتوں پر اتفاق ہو چکا ہے۔ اس حوالے ایک متفقہ اعلامیہ بھی جاری کر دیا جائے گا۔

امریکی پالیسی دیکھتے ہوئے اس پر اعتبار کرنا بھی دانش مندی نہیں ہے۔ وہ اپنی طرف سے کیے گئے وعدوں سے مکر جاتا ہے۔ اس ضمن میں زلمے خلیل زاد کی بھاگ دوڑ بھی مشکوک دکھائی دیتی ہے۔ دوسری طرف حال ہی میں امریکی کانگریس کی ایک کمیٹی کے سامنے وزارت خارجہ کے معاون آفیسر نے کہا کہ 'افغان مسئلہ مذاکرات کے ذریعے حل کرنا واشنگٹن کی پالیسیوں میں شامل ہے۔ مذکورہ آفیسر نے اس موضوع پر باقاعدہ کوئی کانفرنس بلانے کے بجائے اسی کمیٹی کے اراکین کو ایک خط بھیجا، جس میں ایک بار پھر اس دعوے کا اعادہ کیا گیا تھا کہ بات چیت کے ذریعے مسئلہ حل کرنا امریکا کی اولین خواہش ہے۔'

مذکورہ آفیسر نے اپنے خط میں یہ بھی کہا ہے 'اگر امریکا افغانستان سے نکل گیا، تب بھی وہ افغانستان کے ساتھ تعاون کرے گا، لیکن یہ تعاون حساب و کتاب کے اصولوں کے مطابق ہوگا۔'

یہاں کئی باتیں قابل توجہ ہیں۔ پہلی بات یہ کہ افغان مسئلے کا حل امریکا کی دیرینہ خواہش ہے۔ امریکا صلح کس طریقے اور کن شرائط پر چاہتا ہے، اس حوالے سے امریکی موقف واضح نہیں ہے۔ کیوں کہ صلح اور مذاکرات کی چابی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اگر امریکا چاہتا ہے کہ طالبان کو مذاکرات کے نام پر مصروف کر کے انہیں دھوکہ دے تو وہ اس چال میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ طالبان افغانستان کے ایسے اسٹیک ہولڈر ہیں، جو تمام طبقوں کو متحد رکھ سکتے ہیں اور وہ ان پر اعتماد بھی کرتے ہیں۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے اب تک مذاکرات کے ذریعے مسئلے کا حل امریکی خواہش پر منحصر ہے۔ دوسری بات یہ کہ مذاکرات کے بغیر ہی افغانستان سے نکل جانے کا آپشن بھی موجود ہے۔ جسے امریکا کسی بھی وقت استعمال کر سکتا ہے۔ تیسری بات یہ کہ کابل انتظامیہ کی نااہلی کی وجہ سے امریکا اس پر مزید اعتماد نہیں کر سکتا اور نا ہی آئندہ اسے نوازا جا سکتا ہے۔

اگر امریکا چاہتا ہے ایک تیسرا فریق بنا کر اسے مذاکرات کی چابی حوالے کرے تو یہ صلح کے لیے افغانوں کی تمناؤں کو خاک میں ملانے کے مترادف ہے۔ جن لوگوں کے سیاسی مفادات بدامنی میں ہیں، جب کل صلح کامیاب ہو کر ان کے مفادات کو نقصان پہنچے گا تو وہ ضرور مزاحمت کر کے اپنی بات مسلح جدوجہد کے ذریعے منوانا چاہیں گے۔

ایسے میں ایک بار پھر انارکی اور اجتماعی بدنظمی پھیل جائے گی۔ اس لیے امریکا ان حقائق کا ادراک کرے۔ وہ اپنا بوریا بستر گول کر کے افغانستان خالی کرے۔ افغانستان کے جو سیاست دان خلیل زاد کی سرگرمیوں کو مشکوک سمجھتے ہیں کہ وہ صلح و مذاکرات کی کوششوں میں مخلص نہیں ہیں۔ اگر وہ واقعی اخلاص کے ساتھ صلح کی کوشش کریں تو امریکا سے نکل جانے کا اعلان کیوں نہیں کرواتے؟ ان کے نزدیک طالبان اپنے اس دعوے میں سچے ہیں کہ پہلے امریکا انخلا کا اعلان کرے، بعد میں وہ بین الافغانی مذاکرات پر بات کر سکتے ہیں۔ خلیل زاد نے کچھ سیاست دانوں پر دباؤ ڈالنے کے لیے آریانا نیوز چینل کے ساتھ بات کرتے ہوئے یہ شوشہ چھوڑا کہ 'کچھ سیاست دان غیر ممالک کے ساتھ تعلقات بنا رہے ہیں۔'

اگر وہ اپنے اس عمل سے باز نہ آئے تو میں ان کے نام افشا کر دوں گا۔ پھر دنیا کو پتا چل جائے گا کہ کون کس کے ساتھ تعلقات بڑھا رہا ہے؟ افغان سیاست دانوں کو زلمے خلیل زاد نے پہلے ہی یہ باور کرایا ہے کہ افغانستان امریکا کی کالونی ہے اور افغانی امریکیوں کے غلام ہیں۔ اس سے ان تمام سیاست دانوں کو اپنی حیثیت کا بھی علم ہوا کہ وہ آزادی و حریت کی نعمت سے کس قدر دور ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ غلاموں کی ڈوری اس کے آقا کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ وہ جب بھی جہاں بھی چاہے، ہلا دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے افغان سیاست دانوں کو قطعی اجازت نہیں ہے کہ وہ از خود دنیا کے ساتھ روابط اور تعلقات استوار کریں۔ امریکی نمائندوں نے اُن پر واضح کر دیا ہے کہ امریکا کے بغیر کسی کے ساتھ بات کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔

سیاسی حوالے سے امریکا پر کبھی اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔ وہ اپنے ہی دوستوں کا خون پی کر انہیں برے انجام تک پہنچا دیتا ہے۔ وہ افغانستان میں بھی یہی کھیل کھیلنا چاہتا ہے۔ طالبان کو مذاکرات کے نام پر مصروف کر کے اس دورانیے میں اپنے سیاسی مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہے۔ طالبان کی مذاکراتی ٹیم کو امریکا کے ان عزائم سے باخبر رہنا چاہیے۔ اس کے دعوؤں اور وعدوں کے جال میں نہیں آنا چاہیے۔ طالبان کو اپنے تمام وعدے امریکا سے منوانے چاہئیں۔ امریکا کی معیشت کمزور اور دفاعی قوت خستہ حال ہے۔ اب وہ صرف سیاسی راستے سے اپنی کامیابی کے لیے راہ ہموار کر رہا ہے۔ طالبان کی مذاکراتی ٹیم یہ راستہ بھی مسدود کر دے گی۔

بھارت مسلمانوں کے لیے خطرناک ملک

حسن زیدی

یوں تو ہمیشہ بھارتی الیکشن مسلمانوں کے لیے ایک بڑی آزمائش ہوتے ہیں۔ البتہ حالیہ انتخابی مہم کو دیکھا جائے تو وہ الیکشن کمپین کے بجائے مسلمانوں کے خلاف منظم تحریک لگتے ہیں۔ حکمران جماعت بی جے پی کے رہنما اپنے جلسوں اور بیانات میں مسلمانوں کے خلاف جو زہریلا پروپیگنڈا کرتے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ وہ ہندوؤں کا ووٹ حاصل کرنے کے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہیں۔ ہندوؤں کی بزدلی بہت مشہور ہے۔ وہ مجاہدین سے بہت زیادہ ڈرتے ہیں۔ وہ اس کے ساتھ بہت زیادہ شر پسند ہوتے ہیں۔ ہندو لیڈر اپنے ووٹ بینک کے لیے مسلمانوں کو برے ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ وہ مسلمانوں سے ان کا مذہب چھڑوا کر ہندو مت قبول کرانے کے لیے بہت فکر مند ہیں۔ ہندو لیڈر اپنے مذہب کے جذباتی پہلوؤں کو اُچھال کر اپنے ووٹروں کو استعمال کرتے ہیں۔

بی جے پی کے ایک اہم رہنما سادھو پرکیہ بہادر نے میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ 'بابری مسجد میں نے گرائی ہے۔ اس پر فخر کرتا ہوں اور ارادہ رکھتا ہوں کہ اس کی جگہ رام مندر تعمیر کروں گا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ بھارت کی تقسیم کو 70 سال ہوگئے۔ افسوس اب تک ہمارا ملک سیکولر ہے اور ہمارا نظام مذہب کے تابع نہیں ہو سکا۔ آپ مودی صاحب کو ووٹ دیں، ہم مودی کی آئندہ حکومت میں ہندوستان کو ہندوؤں کا ملک بنا دیں گے۔ نظام کو اپنے مذہبی اصولوں کے مطابق بنائیں گے۔ ہم دیکھیں گے کہ کون ہمارا راستہ روکتا ہے؟!

بی جے پی کے ایک اور رہنما رنجیت بہادر شری واستو نے بھی انتخابی مہم کے مظاہرے سے خطاب کرتے ہوئے مسلمانوں کو اس ملک کا غدار قرار دیا۔ اس کے ساتھ یہ بھی کہا کہ اگر ہندو مسلمانوں کی نسل تباہ کرنا چاہتے ہیں تو بی جے پی کو ووٹ دیں۔ انہوں نے سرعام مسلمانوں کی توہین کرتے ہوئے کہا کہ الیکشن میں کامیابی کے بعد بی جے پی چین سے ایک لاکھ بال کاٹنے والی مشینیں برآمد کرے گی۔ جس سے مسلمانوں کے سر گنجے کیے جائیں گے۔ انہیں ہندو مذہب قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ جو اس کی مخالفت کرے گا، بوٹوں تلے روندنا اور گھسیٹنا ہی ان کا علاج ہے۔ وزیراعظم نریندر مودی نے 'راٹور' نامی علاقے میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میرے خیال میں ہندوستان میں پہلی بار اپنے ووٹ دیں گے۔ میری تمام جوانوں سے توقع ہے کہ اس بار پلوامہ کے شہیدوں کے نام پر اپنے ووٹ دیں۔

اگر دیکھا جائے تو یہ باتیں الیکشن مہم کے لیے وضع کردہ قوانین کے خلاف تھیں۔ الیکشن کمیشن ان بیانات پر خاموش رہا۔ اسی طرح اترپردیش کے متعصب سربراہ یوگی آدتیہ ناتھ نے اپنے ایک خطاب میں ہندوستان کے تمام مسلمانوں کو 'بابر کی اولاد' قرار دیا۔ اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں بے ادبی بھی کی، جس پر الیکشن کمیشن میں مسلمان جماعتوں اور امیدواروں نے تحریری شکایتیں درج کیں۔ الیکشن کمیشن نے کوئی قانونی اقدام نہیں کیا۔ چند دن قبل مذہبی آزادی کی نگرانی کے امریکی ادارے 'کمیشن آن انٹرنیشنل ایلی جنس فریڈم' نے اپنی تازہ ترین رپورٹ میں کہا تھا کہ ہندوستان میں نہ صرف مسلمان، بلکہ نسل کے لحاظ سے کمزور ہندو بھی محفوظ نہیں ہیں۔ مودی کے دور اقتدار میں مذہبی تعصب بڑھ گیا ہے۔ اس باوجود یہ کہ مسلمانوں کی آبادی میں اضافہ ہوا ہے، مگر متعلقہ ادارے ان کی تعداد کم بتاتے ہیں۔ تاکہ حکومت کی جانب سے انہیں دی جانے والی سہولیات نہ مل سکیں۔ رپورٹ کے مطابق یہی وجہ ہے مودی انتظامیہ کے ریاستی 14 سو وزیروں میں سے صرف چار مسلمان ہیں۔ مذہبی تعصبات بڑھنے سے ہندوستان ان ممالک کی فہرست میں شامل ہو گیا ہے، جن کی نگرانی ہونی چاہیے۔

رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ہندوستان کی کثیر المذہبی اور کثیر الثقافتی حیثیت کو شدید خطرات لاحق ہیں۔ رپورٹ میں 10 ریاستوں اتر پردیش، آندرا پردیش، اڑیسہ، بہار، چھتیس گڑھ، مدیہہ پردیش، راجستان، مہاراشٹر، گجرات اور کرناٹک کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ ان صوبوں میں مذہبی آزادی شدید خطرات کا شکار ہے۔ ہندوستان کے دیگر صوبوں کے بارے میں کہا گیا کہ یہاں مذہبی اقلیت کمزور کر دی گئی ہے۔

اس ادارے کی جانب سے شائع ہونے والی پانچ صفحات کی رپورٹ میں آیا ہے کہ بھارتی وزیر اعظم نے اقلیتوں کے خلاف پر تشدد واقعات کی مذمت کی ہے، مگر اس کی روک تھام کے لیے کوئی قابل ذکر اقدام نہیں کیا۔ مودی کی اپنی جماعت کے بہت سے لوگ انتہا پسند تنظیموں سے تعلق رکھتے ہیں۔ مودی کے بہت سے ساتھی مذہبی اقلیتوں کے خلاف متعصبانہ الفاظ کا استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح انسانی حقوق کی عالمی تنظیم نے بھی بھارت میں انسانی حقوق کے عدم تحفظ پر خدشات کا اظہار کیا ہے۔ اس ادارے کے سربراہ نے کہا ہے کہ رواں سال میں صرف جنوری میں 32 ہزار افراد حکومت کی جانب سے جیلوں میں ڈالے گئے ہیں۔ حالانکہ ان پر کوئی جرم ثابت ہوا، نہ انہیں عدالتوں میں پیش کیا گیا۔ ادارے نے کہا ہے کہ بھارتی حکومت نے دہشت گردی کے خلاف قوانین کو بے جا استعمال کیا ہے۔ نوم چومسکی سمیت دنیا کے 133 ماہرین نے مودی انتظامیہ پر شدید تنقید کی ہے۔ اسی طرح امریکا میں دنیا بھر میں مذہبی آزادی کے نگران ادارے یو ایس آئی آر ایف کی جانب سے شائع ہونے والی سالانہ رپورٹ میں آیا ہے کہ بھارت میں مذہبی آزادی کی حالت انتہائی خراب ہے۔ ادارے نے کہا ہے کہ امریکا کو بھارتی حکومت پر دباؤ بڑھانا چاہیے، تاکہ وہ مذہبی آزادی کے حوالے سے اپنی ذمہ داری کا دنیا کو اطمینان دلا سکے۔

بھارتی حکومت مذہبی اقلیتوں پر ہونے والے حملوں کے حوالے سے قابل اعتماد تحقیق اور ان واقعات کی روک تھام میں ناکام رہی ہے۔ بھارت کے مشہور تاریخ دان پروفیسر ہربنس کمیا کی باتیں بھی اس رپورٹ میں شامل کی گئی ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ ازمنہ وسطی میں بھارت میں بہت سی جنگیں ہوئی ہیں، مگر مذہبی جنگیں نظر نہیں آتیں۔ تاریخ کو دیکھا جائے تو پہلی مذہبی جنگ اورنگزیب کی وفات کے بعد 18 ویں صدی کی دوسری دہائی میں گجرات میں ہوئی ہے۔ حکومتی سطح پر جتنی بھی جنگیں ہوں، مگر معاشرتی سطح پر امن تھا۔ اب ہم اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ بھارت میں ہر سال 5 سو سے زیادہ فسادات سامنے آتے ہیں۔ حالانکہ پوری 18 ویں صدی میں صرف 5 ایسے ہنگامے پیش آئے ہیں، جنہیں مذہبی فسادات کا نام دیا جاسکتا ہے۔ آج گائے کا گوشت کھانے کے بے بنیاد الزام میں بہت سے بے گناہ مسلمان مارے جاتے ہیں۔ ان کے گھر جلائے جاتے ہیں۔ امریکی میڈیا کے ساتھ ساتھ بی بی سی نے بھی یہ رپورٹ نشر کی اور اسے خاص حیثیت دی ہے۔ یہ رپورٹ جس ادارے نے نشر کی ہے، وہ کسی غیر سرکاری ادارے سے تعلق نہیں رکھتا۔ یہ امریکا کا سرکاری قانونی ادارہ ہے، جو 1998 میں قائم ہوا ہے۔ عالمی سطح پر مذہبی آزادی کے حوالے سے حکومت کو مشورے اور سفارشات دیتا ہے۔ دنیا کے بہت سے حصوں میں مسلمانوں پر مظالم اور وحشتیں جاری ہیں۔ یہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرنے اور وحشتوں کے خلاف حق کی آواز اونچی کرنے کی ذمہ داری ادا کرنے کا بہترین راستہ ہے۔

ہندوستان اپنے غلط اہداف تک رسائی کے لیے خود کو افغان عوام کا دوست ظاہر کرتا ہے۔ اسی مقصد کے لیے یہاں کچھ منصوبے بھی بروئے کار لا رہا ہے۔ ہم ان کی دوستی کے اس نعرے پر دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ بھارت یا مقبوضہ کشمیر میں مسلمانوں کے خلاف ہونے والے مظالم کا کوئی ذکر نہیں کرتا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ بھارت کے خلاف پروپیگنڈے کا میدان گرم کیا جائے، بلکہ ہدف یہ ہے کہ بھارت میں رہنے والے مسلمان بھی ہمارے بھائی ہیں۔

اگر حکومت یا ہندوؤں کی جانب سے ان پر منظم مظالم ہو رہے ہیں اور ہمیں مستند مراجع کی جانب سے اس کی اطلاعات مل رہی ہیں تو پھر بھی ہم اس پر خاموشی اختیار کریں تو یہ بھارتی مسلمانوں کے ساتھ بڑی جفاکاری ہوگی۔

افغانستان اور ویت نام

فقیر عبدالواحد

افغانستان سے امریکی فوج کے انخلا نے امریکی وزارت دفاع کے ماہرین کو اس خوف میں مبتلا کر دیا ہے کہ افغانستان میں بھی ویت نام جیسی صورتِ حال کا اندیشہ ہے۔ افغانستان میں سابق امریکی سفیر رائن کار کرنے خبر دار کیا ہے کہ افغانستان میں ویت نام کے حالات کو نہ دُہرایا جائے۔ خارجہ پالیسی کے ماہرین کو یقین ہے اگر امریکا افغانستان سے بھاگتے ہوئے نکلے تو امریکی فوج ایک بار پھر ویت نام کے 'سینڈروم' میں مبتلا ہو جائے گی۔ جس سے امریکی فوج سالہاسال کے لیے مفلوج ہو جائے گی۔

امریکی پروفیسر جارج ہیرینگ نے 15 اپریل کو فارن افیئرز کے معتبر سیاسی میگزین میں یہ سوالات اٹھائے ہیں۔ افغانستان اور ویت نام جنگ آپس میں ملتی جلتی ہے؟ افغانستان سے امریکی فوج کا انخلا افغان عوام اور امریکا کے لیے کیا نتائج لائے گا؟ امریکا نے ویت نام جنگ سے کیا سبق حاصل کیا ہے، جسے وہ افغانستان میں استعمال کرے گا؟ پروفیسر جارج ہیرینگ لکھتے ہیں 'ویتنام اور افغانستان دونوں استعمار کے قبرستان کے نام سے شہرت رکھتے ہیں۔ دونوں قومیں غیر ملکیوں کے مقابلے میں شدید مزاحمت کرتی ہیں۔ افغانستان اور ویت نام میں امریکی جنگ ایک عالمی جنگ کا حصہ ہے۔ ویت نام میں سرد جنگ کا ہنگامہ گرم تھا۔ افغانستان کی حالیہ جنگ جارج بش کی دہشت گردی کے خلاف جنگ کا حصہ ہے۔ دونوں ممالک میں گوریلا جنگجوؤں نے امریکا کے خلاف جنگ شروع کر رکھی ہے۔ وہ چاہتے ہیں ایک سپر پاور حریف کو طویل جنگ میں شکست دیں۔ افغان جنگجوؤں نے ایک امریکی صحافی کو کہا تھا 'یہ لوگ گھڑی دیکھتے ہیں، مگر ہمارے پاس وقت کافی ہے۔'

روئٹر لکھتا ہے 'امریکا اور ویت نام 1973 میں باقاعدہ مذاکرات میں مصالحت پر اتفاق رائے کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ انہوں نے مذاکرات میں جنوبی ویت نام کی حکومت کو بائی پاس کر دیا تھا۔ وہ مذاکرات میں شریک نہیں تھی۔ افغانستان میں امریکا اور طالبان کی بات چیت جاری ہے۔ اشرف غنی حکومت باہر انتظار میں کھڑی ہے۔ اشرف غنی کی حکومت سیاسی انارکی میں مبتلا ہے۔ کرپشن اور انتظامی بدحالی نے اس کی جڑیں کھود دی ہیں۔ افغان فوج امریکا کے مالی اور عسکری تعاون پر انحصار کرتی ہے۔ امریکی انخلا کا وقت انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔ امریکا کو اپنے انخلا کے لیے ایسا وقت اور نظام الاوقات مرتب کرنا چاہیے کہ ہمارے فوجی انخلا اور کابل کی ہماری دوست حکومت کے سقوط کے درمیان کچھ وقت لگ جائے۔

ان مشابہتوں کے باوجود ان دونوں جنگوں میں فرق بھی ہے۔ ویت نام جنگ کے عروج میں امریکا کی وہاں ڈیڑھ ملین فوج تھی۔ ویت نام کی جنگ میں 58 ہزار امریکی فوجی ہلاک ہوئے تھے۔ مگر ویت نام کی نسبت افغانستان میں امریکی فوج کی تعداد بہت کم ہے۔ اب تک صرف چار ہزار فوجی ہلاک ہوئے ہیں۔ واقعتاً ہمارے دشمن بھی موازنہ کے قابل نہیں ہیں۔ شمالی ویت نام دنیا کی بڑی افواج میں سے تھی۔ سوویت یونین اور چین اس کی مدد کر رہے تھے۔ افغان طالبان کی تعداد بہت کم ہے۔ صرف

شکوک و شبہات کی حد تک پاکستان اس کی مدد کر رہا ہے۔ کوئی بڑی طاقت افغانستان کی جنگ میں شامل نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے یہ جنگ امریکا کو مہنگی پڑ رہی ہے۔ ویت نام جنگ کے خلاف خود امریکا میں بڑے پیمانے پر مخالفت پائی جاتی تھی۔ اس اندرونی مخالفت نے صدر نکسن کو مجبور کیا کہ وہ ویت نام جنگ جلد از جلد ختم کر دیں۔ افغان جنگ بارے امریکا میں کوئی مخالفت نہیں ہے۔ امریکا نے افغان جنگ لڑنے کے لیے اپنے عوام پر کوئی اضافی ٹیکس نہیں لگایا۔ عوامی سروے بتاتے ہیں کہ اکثر امریکی شہریوں کا خیال ہے کہ افغان جنگ محض ایک غلطی ہے۔ امریکا کو جلد از جلد افغانستان سے نکل جانا چاہیے۔ دل چسپ تو یہ ہے کہ افغان جنگ کی مخالفت صدر کا اہم ترین موقف تھا۔ ٹرمپ چاہتے ہیں امریکا کی دائمی اور قیمتی جنگیں ختم کر دی جائیں۔ اگرچہ آغاز میں ٹرمپ کے عسکری مشیروں نے انہیں ابھارا کہ وہ افغانستان میں اضافی فوج بھیجیں، مگر وزیر دفاع کے مشیر اور سلامتی کونسل کے سیکرٹری کو برطرف کرنے کے بعد ٹرمپ واپس اپنے پرانے موقف پر آگئے ہیں۔

ویت نام میں امریکا کی شرم ناک شکست اکثر امریکیوں کو وہ مناظر اور تصویریں یاد دلاتی ہے۔ کیا افغانستان سے انخلا ویت نام کی طرح ہوگا؟ کیا افغان حکومت اور امریکا کے لیے اس کے نتائج ایک جیسے ہوں گے۔ ہم نہیں جانتے کہ امریکی انخلا کے بعد کیا ہوگا؟ ممکن ہے طالبان حاکم ہو جائیں۔ شمالی ویت نام کی طرح ممکن ہے طالبان بھی اپنی آئیڈیالوجی افغانستان پر مسلط کر دیں اور ماضی کی طرح اپنی اسلامی حکومت قائم کر دیں۔ اگرچہ دو تاریخی واقعات کا موازنہ خطرناک ہوتا ہے۔ پھر بھی ویت نام کے عبرت انگیز درس امریکا کے لیے اہم ہیں۔

صدر نکسن نے خود کو اس بات کا اطمینان دلایا تھا کہ اس کا اقتصادی تعاون، وعدے اور بمباریاں شمالی ویت نام لیے اپنے وعدے پورے کرنے کے لیے کافی ہیں۔ کانگریس اور امریکی عوام کی جانب سے ویت نام میں دوبارہ مداخلت نہ کرنے کے فیصلے نے نکسن کے ہاتھ باندھ دیے۔ حتیٰ کہ اگر واٹر گیٹ کی رسوائی نہ بھی بنتی تو نکسن شمالی ویت نام کی کامیابی نہیں روک سکتے تھے۔

ویت نام کا تجربہ ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ جنگ کے آخری مراحل کی ترتیب کس طرح مرتب کی جائے۔ ہمیں افغانستان سے منظم انخلا کے لیے راستے تلاش کرنے چاہییں۔ اگر ہم ایسا کریں تو یہ 'افغانستان سینڈروم' کو کچھ کمزور کر دے گا۔ ویت نام کا دوسرا اہم ترین سبق یہ ہے کہ ہم اپنے انخلا کے حوالے سے پہلے ہی مشاورت کر لیں۔ ہم نے ویت نام میں ایسے وقت میں اپنے دوستوں کو اطلاع دی، جب ہم نے انخلا کا آغاز کر دیا تھا۔ نکسن کے اس فیصلے نے ہمارے دوستوں کو ہم سے شدید ناراض کیا تھا۔ اسی لیے انہوں نے اپنی فوج ہم سے پہلے نکال لی۔ ٹرمپ کو یہ غلطی نہیں دہرانی چاہیے۔ اگرچہ امریکا کے دوستوں کے ساتھ ٹرمپ کا رویہ زیادہ قابل بھروسہ نہیں ہے۔

دوسری طرف امریکا کو اس بات پر تیار رہنا چاہیے کہ ان افغان مہاجرین کو قبول کیا جائے، جنہوں نے ہم سے تعاون کیا ہے۔ جس طرح افغان جنگ امریکی شہریوں کی آنکھوں سے پوشیدہ ہے تو افغانستان سے انخلا کے چنداں عواقب امریکا کے اندر نظر نہیں آئیں گے۔

ٹرمپ کے اس نیشنلسٹ موقف کے سابقہ جمہوریت پسند اگرچہ مخالفت کریں، مگر عوامی سروے بتاتے ہیں کہ اکثر امریکی ٹرمپ کے نیشنلسٹ موقف کے حامی ہیں اور چاہتے ہیں کہ امریکا میں سرمایہ کاری ہو۔

خلیج فارس میں تصادم

بشیر افغان

عالمی سیاسی مخالفین ایک دوسرے کو آنکھیں دکھا کر خلیج فارس میں ایک بار پھر جنگ کے شعلوں کو ہوا دے رہے ہیں۔ ایک طرف امریکا ایران کے ساتھ طاقت کی زبان میں بات کرتا ہے، دوسری جانب سعودی عرب بھی اس معرکے میں اپنا حصہ ڈال کر کسی سے پیچھے نہ ہونے کا ثبوت دے رہا ہے۔ ذرائع کے مطابق سعودی عرب نے خلیج عمان میں دو جاپانی آئل ٹینکرز پر حملوں کی ذمہ داری بھی ایران پر ڈال دی ہے۔ اس نے ایران کے خلاف جوابی کارروائی کا مطالبہ کیا ہے۔ محمد بن سلمان ایران کو سعودی سلامتی کے لیے مستقل خطرہ سمجھتے ہیں۔ وہ خلیج عمان میں آئل ٹینکرز پر ہوئے حملوں کو بھی اسی تناظر میں دیکھتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں ایران عرب کے تجارتی شاہ راہوں کو بند کرا نہیں نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔ آئل ٹینکرز پر حملوں کے بعد سعودی الزامات کے جواب میں ایران نے بھی رد عمل دکھا کر خطے کے امن و امان پر تشویش کا اظہار کیا اور ان حملوں کی تحقیقات کا مطالبہ کیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ سمندری گزر گاہوں کا امن و امان خراب کر کے آئل ٹینکرز پر حملہ آور ابھی تک نامعلوم ہیں۔ کسی نے اس کی ذمہ داری قبول نہیں کی۔ یہ معاملہ نہایت حساس اور نازک ہے۔

آج کے جدید اور ترقی یافتہ دور میں بھی حملہ آور معلوم نہ ہو سکے۔ عسکری ماہرین کے مطابق یہ حملہ تارپیڈو میزائل کے ذریعے کیا گیا، جو چھوٹی چھوٹی کشتیوں سے بھی داغے جا سکتے ہیں۔ جس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے ایسے حملے چھوٹے گروہ بھی کر سکتے ہیں۔ کچھ بعید نہیں یہ حملہ کسی چھوٹے گروہ ہی نے کیا ہو۔ کچھ عرصے سے خلیج فارس میں اس نوع کے حملوں میں اضافہ ہوا ہے، جو خطرناک مستقبل کی نشان دہی کرتا ہے۔ ایران اور سعودیہ نے کئی مرتبہ بین الاقوامی میڈیا میں یہ وضاحت کی ہے کہ وہ جنگ نہیں چاہتے۔ وہ ایک دوسرے کے ساتھ بہتر تعلقات کے خواہش مند ہیں۔ سوال یہ ہے کہ وہ کون سی قوت ہے، جو خلیج فارس میں جنگ کی آگ کو ہوا دے رہی ہے؟

سعودیہ اور یمن کے حوثی قبائل کے درمیان پانچ سال سے جاری جنگ میں مصروف قبائل کو خارج از امکان نہیں کیا جا سکتا۔ شاید وہ دنیا کو یہ بتانا چاہتے ہوں کہ اگر ایران پر حملہ کیا گیا تو خلیج فارس میں تیل کی تجارت غیر محفوظ ہو جائے گی۔ اس راستے سے دنیا کو آنے والا تیل خطرے سے خالی نہ ہو گا۔ اس کے علاوہ سعودی عرب ایران کو شام اور یمن کے اندرونی معاملات میں مداخلت کا بھی ذمہ دار قرار دے رہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس نوع کے حملوں سے وہ کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ یہ حقیقت ہے کہ سعودیہ اور ایران کے درمیان جنگ کی صورت میں ایران کی کمزور اقتصادی حالت مزید ابتر ہو جائے گی۔ اس صورت حال کے منفی اثرات نہ صرف ایران، بلکہ خطے کے دوسرے ممالک پر بھی پڑ سکتے ہیں۔ ایران مخالفت میں سعودیہ اور امریکا بظاہر ایک پیج پر ہیں۔ ایران اور سعودیہ کے درمیان تصادم سے اسرائیل کو خوب فائدہ حاصل ہو گا۔ دوسری طرف اسرائیل ایران اور عرب ممالک کے مسلکی اختلافات کا بھرپور فائدہ اٹھا رہا ہے۔ عرب ممالک کے ساتھ ایران کا جارحانہ رویہ بھی امن و مان کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ درج بالا حقائق سے پتا لگانا مشکل نہیں کہ ایران عرب جنگ کی صورت میں صرف اسرائیل ہی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ ماضی میں بھی ایران اور عربوں کے درمیان تعلقات کی سرد مہری کا فائدہ اٹھا کر اسرائیل نے پڑوسی ممالک پر حملے کیے ہیں۔ اسرائیل کو مہلت دینے کا نقصان یہ ہوا کہ وہ آج ایک مستحکم ملک بن گیا۔ وہ اپنے توسیعی منصوبوں کی بدولت فلسطینی مسلمانوں پر مظالم کے پہاڑ توڑ رہا ہے۔

مسلم ممالک کو اتحاد و اتفاق پیدا کرنا ہو گا۔ مسلکی اختلافات کو بھلا کر اپنے بہتر اور محفوظ مستقبل کے لیے سوچنا ہو گا۔ خلیج فارس کے حوالے سے آج بھی عرب ممالک تقسیم کے شکار ہیں۔ امارات، بحرین، مصر اور کویت سعودی عرب کے ساتھ جب کہ ترکی اور قطر ایران کے موقف کی حمایت کر رہے ہیں۔ ترکی اور قطر کی ایران کے ساتھ دوستی کے ہاتھ بڑھانے سے ان ممالک نے امریکا پر یہ واضح کر دیا کہ یہ خطہ امریکی کالونی نہیں کہ وہ یہاں اپنی مرضی کے فیصلے نافذ کرے۔ ترکی اور قطر کے بعد چین نے بھی ایران کے موقف کی حمایت کی ہے، جس سے بہت حد تک جنگ کا خطرہ ٹل گیا ہے۔

امریکا نے اعلان کیا تھا کہ وہ خلیج فارس کے لیے مزید ایک ہزار فوجی بھیجے گا۔ جس کا مقصد سمندری راستوں کے امن و مان کی بحالی کے لیے وہاں پہلے سے موجود امریکی فوج کی مدد ہے۔ حال ہی میں ایران کے حوالے سے امریکی موقف پر چین نے بھی سخت تنقید کی اور اسے بین الاقوامی اصولوں کے منافی قرار دیا۔ بالفرض امریکا ایران پر حملہ کرے تو یہ صورت حال خطے کے لیے کسی مناسب نہیں ہے۔ ممکن ہے اس جنگ سے ایران کو بھی نقصان پہنچے، لیکن یہ تو حقیقت ہے کہ یہ صورت حال باقی ماندہ امریکا کو لے ڈوبے گی۔

شہری ہلاکتوں کے ذمہ دار کون؟

جاوید علی نبیل

افغانستان میں شہری ہلاکتوں کا چرچا عام ہو چکا ہے۔ افغان بحران کے 41 برس ہو گئے ہیں۔ اس طویل مدت میں عوام بھی شدید مشکلات سے دوچار ہیں۔ پے در پے سانحات کی وجہ سے لوگوں کے دل بھی نرم ہو گئے ہیں۔ دشمن نے بھی اس حقیقت کا ادراک کیا ہے۔ اس لیے میڈیا پر شہری ہلاکتوں کا موضوع زیر بحث لایا گیا ہے۔ اکثر لوگ یہ نہیں جانتے کہ ان سانحات کی بنیادی وجوہات کیا ہیں؟ وہ جنگ کے بنیادی عوامل پر بات کرنے کے بجائے شہری ہلاکتوں کے موضوع پر بحث کرتے ہیں۔ دشمن نے میڈیا کے بل بوتے اتنا پروپیگنڈا کیا ہے کہ اگر جنگ میں کسی کو بھی نقصان پہنچے تو اس کی ذمہ داری مجاہدین پر ڈال دی جاتی ہے۔ دشمن نے مجاہدین بارے ایسا ذہن بنا رکھا ہے، جیسے یہ جنگ انہوں نے شروع کی ہے۔ اس لیے جنگ بندی اور جنگ ختم کرنے کا مطالبہ بھی ان سے کیا جاتا ہے۔

اگرچہ مجاہدین پر الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ عوامی قتل عام کے ذمہ دار ہیں۔ نہتے شہریوں کو نشانہ بناتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ افغانستان میں موجودہ جہاد قومی اور بین الاقوامی سطح پر وہ جنگ ہے، جس میں نہایت محتاط انداز میں جہادی کارروائیاں کی جاتی ہیں۔ اس لیے اس جنگ میں مجاہدین کی جانب سے شہری ہلاکتوں کا تناسب بہت کم ہے۔ ہمیں یاد ہے روسی جارحیت کے دوران افغانستان میں 14 برس کے دوران پندرہ لاکھ شہری لقمہ اجل بن گئے تھے۔ عراق پر امریکی حملے کے بعد چند سالوں میں دس لاکھ افراد جاں بحق ہو گئے۔ شام کی جنگ میں بھی پانچ لاکھ افراد نشانہ بن گئے ہیں۔ جب کہ دس لاکھ سے زائد لوگوں نے نقل مکانی کی ہے۔ افغانستان میں امریکی جارحیت کے بعد 18 برس کے دوران شہری ہلاکتوں، ہجرت اور دیگر مشکلات کے پیش نظر بالکل مختلف صورت حال ہے۔ مجاہدین کی جانب سے نہایت احتیاط کی جاتی ہے۔ شہریوں کے جان و مال کے تحفظ کے لیے ہنگامی بنیادوں پر اقدامات اور جہاد کے آداب کی وجہ سے مجاہدین کی تمام تر توجہ دشمن پر مرکوز ہے۔ مجاہدین کے اس محتاط رویے اور اخلاقی ذمہ داری کی وجہ سے 18 سالہ جنگ کے دوران شہری ہلاکتوں کی تعداد ایک لاکھ سے بھی کم ہے۔ جب کہ یہ ہلاکتیں بھی دشمن کی ظالمانہ کارروائیوں کا نتیجہ ہیں۔

> ان تمام حقائق سے ثابت ہوتا ہے شہری ہلاکتوں کی اصل ذمہ دار قابض اور اجرتی فوج ہے۔ جس کی ظالمانہ کارروائیوں، چھاپوں اور فضائی حملوں میں عام شہریوں کو بڑے پیمانے پر نقصان ہوتا ہے۔ جو لوگ مجاہدین سے جنگ کے خاتمے اور جنگ بندی کا مطالبہ کر رہے ہیں، وہ جنگ کے اصل عوامل پر غور کریں۔ جنگ مسلط کرنے والے غیر ملکیوں سے جنگ کے خاتمے کا مطالبہ کریں۔

امارت اسلامیہ اعلی سطح پر شہری ہلاکتوں کی روک تھام کے لیے پُرعزم ہے۔ گزشتہ اٹھارہ سالوں میں ہم نے امارت اسلامیہ کا کوئی ایسا پیغام نہیں دیکھا، جس میں شہری ہلاکتوں کی روک تھام کے حوالے سے ہدایات شامل

نہ ہوں۔ اس کے علاوہ فوجی کمیشن میں شہری ہلاکتوں کی روک تھام کے لیے بھی ایک خصوصی کمیشن تشکیل دیا گیا ہے۔ روزانہ کی بنیاد پر شہری ہلاکتوں کی روک تھام کے لیے معاملات کو دیکھا جاتا ہے۔ اگر مجاہدین کی جانب سے عام شہریوں کو نقصان ہوتا ہے تو فوری طور اس پر ایکشن لیا جاتا ہے۔ ایسے ہر معاملے کے بارے میں انتظامی صلاحیتوں کو استعمال کیا جاتا ہے۔

جہادی کارروائیوں میں شہری ہلاکتوں کے نقصانات کم ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ مجاہدین اپنے تمام آپریشنز کی ایسی منصوبہ بندی کرتے ہیں، جن میں شہری ہلاکتوں کا خطرہ نہ ہو۔ فدائی حملے سے پہلے شہری ہلاکتوں کی روک تھام کے لیے منظم منصوبہ بنایا جاتا ہے۔ دشمن کے خلاف آپریشن کے وقت بھی دوربین اور دیگر جدید وسائل سے کام لیا جاتا ہے۔ شہری ہلاکتوں کی ایک بنیادی وجہ بارودی سرنگیں ہیں۔ مجاہدین نے یہاں بھی حکمت عملی بنائی ہے۔ اب بارودی سرنگوں میں ریموٹ کنٹرول بموں سے کام لیا جاتا ہے۔ اب مجاہدین چھاپے مارتے ہیں۔ اس لیے بارودی سرنگوں کی خاص ضرورت بھی نہیں ہے۔ اس لیے مجاہدین کے حملوں اور کارروائیوں میں شہری ہلاکتوں کی شرح بہت کم ہے۔

اگر غیر جانب دار میڈیا اور الامارہ ویب سائٹ یا نن ڈاٹ ایشیا، عزم، کابل نیوز جیسی ویب سائٹس کا وزٹ کیا جائے تو قابض فوج اور کابل انتظامیہ کی جانب سے بڑے پیمانے پر شہری ہلاکتوں سے متعلق خبریں نظر سے گزریں گی۔ افغانستان میں کوئی ایسی رات نہیں گزرتی اور نہ ہی ایسا دن گزرتا ہے، جس میں قابض فوج اور افغان فورسز کی بمباریوں، ڈرون حملوں، چھاپوں اور دیگر کارروائیوں میں درجنوں نہتے شہریوں کو نشانہ بنانے کے دل خراش واقعات رونما نہ ہوتے ہوں۔ حال ہی میں تحقیقات سے پتا چلا کہ دشمن کی ظالمانہ کارروائیوں کے نتیجے میں ہر روز اوسطاً 30 سے زائد شہری شہید ہو رہے ہیں۔ ہر رات معصوم لوگوں کے گھروں پر چھاپے مارے جاتے ہیں۔ نہتے شہریوں کو اپنے گھروں میں نشانہ بنایا جاتا ہے۔ چھاپوں کے دوران گھروں، دکانوں، مساجد اور اسکولز، کلینکس کو بھی معاف نہیں کیا جاتا۔ قیمتی اشیا لوٹ لی جاتی ہیں۔ جب کہ عام لوگوں کو حراست میں لے لیا جاتا ہے۔ شہری ہلاکتوں کی ایک اور وجہ ظالمانہ فضائی اور ڈرون حملے ہیں۔ جن علاقوں میں دشمن کو نقصان پہنچتا ہے تو ردعمل میں دشمن کے طیارے عام شہریوں کو نشانہ بناتے ہیں۔ اس کے ساتھ ڈرون حملے بھی شہری ہلاکتوں میں اضافے کا ایک سبب ہیں۔ شہری ہلاکتوں کی ایک اور وجہ افغان فورسز کی فائرنگ اور مارٹر حملے ہیں۔ جب افغان فوج کی چیک پوسٹ پر حملہ ہوتا ہے تو وہ ردعمل میں قریبی گاؤں پر فائرنگ کرتی ہے۔ راکٹ فائر کیے جاتے ہیں۔ ان واقعات میں بھی شہریوں کو بڑے پیمانے پر نقصان ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ ایک مارٹر گولے سے بیس افراد تک لقمہ اجل بنے ہیں۔ ہلمند کے ضلع سنگین میں بھی ایسا واقعہ رونما ہوا تھا کہ شادی کی ایک تقریب پر دشمن کے مارٹر گولے کے نتیجے میں دلہن سمیت متعدد خواتین اور بچے شہید ہو گئے۔

ان تمام حقائق سے ثابت ہوتا ہے شہری ہلاکتوں کی اصل ذمہ دار قابض اور اجرتی فوج ہے۔ جس کی ظالمانہ کارروائیوں، چھاپوں اور فضائی حملوں میں عام شہریوں کو بڑے پیمانے پر نقصان ہوتا ہے۔ جو لوگ مجاہدین سے جنگ کے خاتمے اور جنگ بندی کا مطالبہ کر رہے ہیں، وہ جنگ کے اصل عوامل پر غور کریں۔ جنگ مسلط کرنے والے غیر ملکیوں سے جنگ کے خاتمے کا مطالبہ کریں۔

خلیج کے حالات کا رُخ

شہید زوی

12 جون 2019 کو تیل کے دو سمندری ٹینکر دوبئی سے سنگاپور کی جانب تیل لے کر جا رہے تھے۔ خلیج عمان میں ایران کی ساحلی سرحد سے 26 کلومیٹر کے فاصلے پر حملے کا شکار ہو گئے۔ یہ ایک حملہ صبح 6 بج کر 12 منٹ پر ہوا۔ اور دوسرا حملہ دوسری صبح 7 بجے ہوا۔ حملے میں ایک ٹینکر کے ایک حصے کو آگ بھی لگ گئی، مگر دونوں ٹینکروں کا 21 افراد پر مشتمل عملہ محفوظ طریقے سے نکال لیا گیا ہے۔ عملے میں سے صرف ایک فرد زخمی ہوا، جو کشتی کی مدد سے ہسپتال لے جایا گیا۔ امریکا نے ان حملوں کا ذمہ دار ایران کو قرار دیا تھا۔ ایک ایسی ویڈیو بھی شائع ہوئی ہے، جس میں ایسا نظر آتا ہے کہ حملے کے چند گھنٹے بعد ایران کی پاسداران انقلاب کی گشت کرنے والی کشتی کے کچھ لوگ ایک ٹینکر کے پہلو سے ایسا دھماکہ خیز مواد ہٹا رہے ہیں، جو پھٹا نہیں تھا۔

سعودی عرب کے وزیر انرجی انجینئر خالد الفالح نے خلیج عمان میں سمندری ٹینکروں پر ہونے والے حملے کی شدید مذمت کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ ریاض اپنی بندر گاہوں اور سمندری حدود کے تحفظ کے لیے تمام ضروری اقدامات کرے گا۔ سعودی عرب کے وزیر خارجہ عادل الجبیر نے کہا کہ امریکا کی جانب سے ایران پر جو ذمہ داری ڈالی گئی ہے، یہ ہمارے لیے تائید کے قابل ہے۔ ہمارے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں ہے، جس سے ہم امریکی وزیر خارجہ مائیک پومپیو کے اس دعوے کی تردید کریں۔ البتہ ایرانی وزیر خارجہ جواد ظریف نے ان حملوں میں ایران کے ملوث ہونے کی سختی سے تردید کی اور امریکی دعوے کو سراسر بے بنیاد قرار دیا۔ ان حملوں کی ذمہ داری حوثی ملیشیا نے قبول کی تھی۔ ایران اور امریکا کے درمیان تعلقات کی خرابی کی سب سے اہم وجہ یہی قرار دیا گئی ہے۔ سعودی عرب نے اس کی ذمہ داری ایران پر ڈالی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ سعودی عرب جنگ نہیں چاہتا، مگر ہر کسی کی جارحیت کا جواب دینے کی کامل طاقت رکھتا ہے۔ امریکا اور ایران کے درمیان حالات انتہائی خراب ہیں۔ خرابی کی اصل وجہ ایران کا ایٹمی پروگرام ہے۔ بہتر ہے کہ ایران ایٹمی پروگرام بارے نظر ثانی کرے۔

جب 2015 میں ایران، امریکا، روس، چین، برطانیہ، فرانس اور جرمنی کے درمیان ایران کے ایٹمی پروگرام کے حوالے سے معاہدہ ہوا تو ایران نے اپنا ایٹمی پروگرام محدود کرنے، افزودہ یورینیم کے ذخائر کم کرنے اور عالمی انسپکٹرز کو ایران کا ایٹمی پروگرام دیکھنے کی اجازت دی تھی۔ جس کے بدلے ایران کے تیل، دیگر تجارتی اشیاء اور بینکوں پر لگائی گئی پابندیوں پر نرمی کی گئی تھی۔ جس سے عالمی دنیا کے ساتھ ایران کے تعلقات اور لین دین، عالمی مارکیٹ ایرانی تیل کی فروخت اور بینکنگ نظام دنیا میں فعال ہو گیا تھا۔ جس کی وجہ سے ایران کی معیشت بہت تیزی سے بہتر ہونے لگی۔ تب امریکی صدر بارک اوباما نے اس معاہدے پر دستخط کیے تھے۔ انہوں نے ایران کے حریف خلیجی ممالک کو اطمینان بھی دلایا تھا کہ اس معاہدے سے خلیجی ممالک کو کوئی خطرہ نہیں ہو گا۔ یہی وجہ تھی کہ یہ معاہدہ کامیابی سے آگے بڑھنے لگا تھا۔ جب ڈونلڈ ٹرمپ صدر بنے تو انہوں نے اس معاہدے پر اعتراضات شروع کر دیے۔ اسے شرم ناک معاہدہ قرار دیا، جس کے جواب میں ایرانی صدر حسن روحانی نے ٹرمپ کو عالمی سیاست میں نیا باغی انسان قرار دیا۔

جنوری 2017 میں ایران نے بیلسٹک میزائل کا کامیاب تجربہ کیا، جس کے مقابلے میں امریکا نے ایران پر کچھ پابندیاں بھی لگا دیں۔ ایران کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ ختم کرنے کی دھمکی دی اور کہا کہ میزائل پروگرام آگے بڑھانے کے ساتھ ایران ایٹمی اسلحے کی منتقلی کے پروگرام کے بھی قریب پہنچ چکا ہے۔ تاکہ معاہدے کی مدت پوری ہونے کے ساتھ ہی اس پر عملی کام کیا جائے۔ ایرانی صدر حسن روحانی نے امریکی دعوے کے جواب میں کہا کہ ایران اپنے دفاع کے لیے اپنا میزائل پروگرام آگے بڑھانے کا حق رکھتا ہے۔ ایٹمی پروگرام کے حوالے سے ہونے والا معاہدہ ایران کے میزائل پروگرام سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ معاہدے میں شامل پانچ دیگر ممالک چین، روس، برطانیہ، فرانس اور جرمنی کا کہنا تھا کہ ایران نے معاہدے کی خلاف ورزی نہیں کی ہے۔ عالمی ایٹمی ادارہ I.A.E.A بھی تسلیم کرتا ہے کہ ایران نے خلاف ورزی نہیں کی ہے۔ اسی طرح امریکا کے وزیر خارجہ پومپیو نے بھی تسلیم کیا کہ ایران نے مخالفت نہیں کی ہے، مگر ٹرمپ اپنی ضد سے نہیں ہٹے۔ انہوں نے 2018 میں ایٹمی معاہدے سے یک طرفہ نکلنے کا اعلان کر دیا، جس پر دیگر 5 ممالک نے ٹرمپ کے اس اقدام کی مذمت کی، مگر انہوں نے کوئی پروا نہیں کی۔

ٹرمپ نے دو ماہ بعد ایرانی صدر حسن روحانی کو ملاقات کی دعوت دی اور کہا ایرانی صدر جب چاہیں، ہم سے مل سکتے ہیں۔ ایران نے ٹرمپ کا یہ مطالبہ مسترد کر دیا اور کہا کہ جب تک امریکا معاہدے پر واپسی نہیں کرتا، ایران کی خود مختاری تسلیم نہیں

کرتا، تب تک بات نہیں ہوگی۔ اگست 2018 میں ٹرمپ نے ایران پر اقتصادی پابندیاں لگا دیں اور کہا کہ ایران پر پابندیوں کے بعد کسی ملک نے ایرانی تیل خریدا تو امریکا اس سے تمام اقتصادی تعلقات ختم کر دے گا۔ امریکا کے اس اقدام کے جواب میں ایران نے کہا کہ امریکا طاقت کے بل پر دنیا کو ایرانی تیل خریدنے سے روک نہیں سکتا۔ ایران نے اس کے عالمی عدالت کے دروازے پر بھی دستک دی۔ جس کے مثبت نتائج نکلے اور عالمی عدالت نے ایران کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ یورپی اتحاد نے بھی ٹرمپ کے فیصلے کو بے انصافی قرار دیا، مگر ٹرمپ نے کسی کی بات کی پروا نہیں کی اور اپنے فیصلے پر مضبوطی سے قائم رہے۔

جب 8 مئی 2019 کو اس معاہدے سے امریکا کو نکلے ہوئے ایک سال پورا ہو گیا تو امریکا نے ایران کے المونیم، تانبے اور فولاد پر بھی پابندی عائد کر دی۔ جس کے مقابلے میں ایرانی وزیر خارجہ جواد ظریف نے اعلان کیا کہ اگر JCPOA معاہدے کے ارکان چین، روس، برطانیہ، فرانس، جرمنی اور اس طرح کے دیگر یورپین ممالک نے 60 دن میں اپنی ذمہ داری پوری نہیں کی اور ایران کے خلاف پابندیوں کے حوالے سے نئے اقدامات نہ کیے تو ایران یورینیم افزودگی کے حوالے سے آزاد رہے گا۔ اس کے ساتھ ایران ایٹمی پروگرام کے حوالے سے قائم معاہدے سے بھی نکل جائے گا۔ ایران کے اس اعلان کے جواب میں برطانوی وزیر خارجہ جریمی ہنٹ نے اپنی تشویش کا اظہار کیا اور لندن میں امریکی وزیر خارجہ پومپیو سے ملاقات کے بعد کہا کہ JCPOA کا معاہدہ ہونا عالمی برادری کے لیے بڑی کامیابی ہے۔ اس کے ثمرات ضائع ہونا دنیا کی بدقسمتی ہوگی۔ انہوں نے مزید کہا کہ اگر اس بات کا فوری حل نہ نکالا گیا تو ایران پھر ایٹمی اسلحہ بنانا شروع کر دے گا، جس کی وجہ سے خلیج بدامنی کا شکار ہو جائے گا۔

اسی طرح روسی وزیر خارجہ سرگی لاروف نے ایران سے صبر سے مسئلے کے حل کا مطالبہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایران نے JCPOA معاہدے پر آمادگی ظاہر کی ہے۔ اس معاہدے سے امریکا کے یک طرفہ انحراف نے ایک بری مثال قائم کی ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ پوری دنیا امریکی موقف کو غلط سمجھتی ہے، مگر کوئی بھی اس معاہدے پر عمل درآمد اور امریکی اقدامات کی مخالفت کی بات نہیں کرتا۔ امریکی جاسوس طیاروں نے اپنی حکومت کو خبر دی ہے کہ امریکا کی جانب سے ایران پر لگائی جانے والی پابندیوں کے جواب میں ایران نے اپنی سکیورٹی فورسز کو امریکی فوج اور دیگر اہداف پر حملے کا حکم دیا ہے۔ 5 مئی 2019 کو ہی امریکا نے اپنا طیارہ بردار بحری بیڑہ بحر ہند میں پہنچایا۔ 4 دن بعد امریکی سمندری فوج نے کہا کہ بحر ہند میں ایران کی جانب سے تیل کے سمندری ٹینکروں اور مال بردار سمندری جہازوں پر حملے کا خطرہ موجود ہے۔ اس بات کے تین روز بعد متحدہ عرب امارات کی بندرگاہ فجیر پر موجود 6 سمندری ٹینکروں پر منظم حملہ ہوا، جس کی وجہ سے سمندری جہازوں کو کچھ نقصان پہنچا۔ 7 جون کو ان حملوں کے حوالے سے جو رپورٹ پیش کی گئی، اس سے سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور ناروے، جو کہ ان جہازوں کے مالک ہیں، نے یہ نتیجہ نکالا کہ اس بات کا احتمال ہے کہ ان حملوں میں کسی ملک کا ہاتھ ہو، مگر انہوں نے ایران کا نام لینے میں بہت احتیاط سے کام لیا۔

سوال یہ ہے کہ ایران کے متعلق امریکا کے ارادے کیا ہیں؟ امریکی صدر ٹرمپ کی دھمکیوں کو دیکھتے ہوئے کچھ تجزیہ کار کہتے ہیں شاید امریکا ایران کے خلاف محدود عسکری آپریشن کر ڈالے، مگر مشرق وسطی کے کچھ ماہرین اس خیال کو مسترد کر رہے ہیں۔ وہ کہتے کہ ایران کے خلاف عسکری اقدام کا کوئی بڑا خطرہ موجود نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایرانی ٹیکنالوجی اور وسائل امریکا کا عشر عشیر بھی نہیں ہیں۔ ایران کا یہ سب کچھ بہت نیا ہے۔

ایران کی ایٹمی قوت عرب دنیا کے لیے خوف اور دہشت کی بڑی نشانی ہے۔ امریکا بھی یہی چاہتا ہے اور اس کے بہت سے مفاد اسی میں ہیں۔ امریکا ایران کے حوالے سے بہت حد تک مبالغے سے کام لیتا ہے۔ ایران عسکری میدان میں جتنا مضبوط ہے، امریکا اس سے بہت زیادہ بنا کر پیش کر رہا ہے۔ اس کے بہت سے مقاصد ہیں۔ ایک تو یہ کہ عرب دنیا کو ایران سے شدید خوف میں مبتلا رکھا جائے۔ تاکہ عرب ممالک امریکا کو اپنا نجات دہندہ سمجھتے رہیں۔ ہر ملک اپنی داخلہ و خارجہ پالیسی امریکی پالیسی کے مطابق ترتیب دے۔ خلیج میں امریکی موجودگی کو لازمی سمجھا جائے۔ اس کے نتیجے میں عربوں کے وسائل پر ہمیشہ امریکا کا قبضہ رہے۔

ایران کے حوالے سے امریکی مبالغے کا دوسرا بڑا ہدف خطے میں اسلحے کی دوڑ ہے۔ سرمایہ دار عرب ممالک ایران کے ڈر سے امریکا سے اسلحہ خریدیں۔ امریکا ہر سال اس مد میں اربوں ڈالر کماتا رہے۔ ماہرین کا کہنا ہے شام، عراق اور یمن کی جنگوں میں ایران کو ملوث کر کے گھیرنے کا بڑا مقصد بھی یہی ہے۔ ایران کے پاس تیل کے بڑے ذخائر اور وسیع پیمانے پر زرعی زمینیں ہیں۔ اس کی صنعت اور تجارت بہت کامیاب ہے۔ خلیج اور مشرق وسطی کے تمام ممالک میں کسی ایک کو بھی اپنا ہم سر اور مقابل نہیں سمجھتا۔ اس لیے وہ خطے کے ممالک کی خوشی یا ناراضگی کی پروا نہیں کرتا۔ دو طرفہ احترام کا اظہار بالکل نہیں کرتا۔ نہ ان ممالک کے ساتھ بااعتماد فضا کے قیام کے لیے کوئی خاص کوشش کرتا ہے۔ یہ ایران کی بہت بڑی کمزوری ہے۔ ایران نے اپنی یہ کمزوری دور کر لی اور خطے کے حوالے سے اپنے موقف میں تبدیلی لائی تو یہ ایران اور عرب ممالک کے لیے بہت مفید ہوگا۔ ورنہ ایران اور دیگر اسلامی ممالک بہت بڑا نقصان اٹھائیں گے۔ جس میں امریکا اور دیگر شیطانی قوتوں کے منصوبے کامیاب ہوں گے۔

اشرف غنی انتظامیہ تباہی کے دہانے پر

قاری سعید

اشرف غنی نے امریکا کے ساتھ سکیورٹی معاہدہ کیا اور اسے قانونی جواز فراہم کیا کہ وہ ہر قسم کے جرائم اور قتل عام کا ارتکاب کر سکے۔ کابل انتظامیہ اس بات کی پابند ہے کہ وہ اس پر خاموش رہے۔ حتی کہ وہ افغان فورسز کو نشانہ بنانے پر تحقیقات کا مطالبہ بھی نہیں کر سکتی۔ اشرف غنی کے دور اقتدار میں چھاپوں کا سلسلہ دوبارہ شروع ہوا۔ فضائی حملوں میں شدت آئی۔ نہتے شہریوں کو نشانہ بنانے کے واقعات میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا۔ عام دیہاتیوں کے بہت سے لوگ چھاپوں اور فضائی حملوں کے خوف سے رات کو بڑے شہروں کا رخ کرتے اور ہوٹلوں میں رات گزارتے ہیں۔ کیوں کہ بلیک واٹر کے قاتل چھاپوں کے دوران پوچھ گچھ کے بغیر مظلوم شہریوں کو شہید کر دیتے ہیں۔

دشمن کے مظالم اور تشدد کا طالبان کی سرگرمیوں پر کوئی خاص منفی اثر نہیں پڑا۔ مجاہدین نے دو بار قندوز فتح کیا۔ فراہ اور غزنی پر سفید پرچم لہرایا۔ سیگار کی رپورٹ کے مطابق اشرف غنی کے دور حکومت میں طالبان کے زیر کنٹرول علاقوں میں 23 فیصد اضافہ ہوا۔ اشرف غنی کی قاتل ٹیم نے نہتے شہریوں، خواتین اور معصوم بچوں کے قتل عام کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔ حتی کہ افغان خواتین کی عزت اور ناموس سے کھیلنے کی کوشش کی گئی۔ گزشتہ ایک سال میں چھاپوں کے دوران چار مرتبہ خواتین کو حراست میں لیا گیا۔ حالانکہ امریکی فوج نے 14 برس کے دوران ایسا ظلم نہیں کیا۔ بلیک واٹر کے قاتلوں نے امریکی فوج کا ریکارڈ بھی توڑ دیا۔ ظلم و تشدد کا نیا ریکارڈ قائم کیا اور القاعدہ کے نام پر خواتین کو ہراساں کیا گیا۔

دنیا کی تاریخ میں کافر بادشاہوں نے سالہا سال تک دنیا پر حکمرانی کی ہے۔ اگرچہ ظالم حکمران مسلمان ہی کیوں نہ ہو، اللہ نے انہیں لمبی مہلت نہیں دی اور وہ بہت جلد عذاب کی گرفت میں آ گئے۔ اشرف غنی نے مظلوم لوگوں پر چار سال کے دوران جو ظلم کیا ہے، تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اشرف غنی کو مظلوموں کی آہ و پکار کی وجہ سے آج سخت حالات کا سامنا ہے۔ اشرف غنی ملکی اور عالمی سطح پر تنہائی کا شکار ہیں۔ حال ہی میں دیکھا گیا ہے کہ بین الاقوامی برادری اشرف غنی کے ساتھ افغانستان کے نمائندہ کی حیثیت سے معاملات نہیں کر رہی۔

زلمے خلیل زاد طالبان کے ساتھ سات ماہ سے مذاکرات میں مصروف ہیں۔ انہوں نے اشرف غنی کو مکمل تفصیلات سے ابھی تک آگاہ نہیں کیا۔ جس کے ردعمل میں کابل انتظامیہ نے بھی طویل خاموشی توڑ دی اور خلیل زاد پر تنقید کی۔ خلیل زاد نے اشرف غنی سے مطالبہ کیا کہ وہ طالبان کے ساتھ مذاکرات کے لیے ایک مضبوط ٹیم تشکیل دیں۔ وہ چار ماہ کی مسلسل کوششوں کے باوجود ایک ایسی ٹیم تشکیل نہیں دے سکے، جس میں تمام جماعتوں کے نمائندے شریک اور سب کے لیے قابل قبول ہوں۔

اشرف غنی نے عید سے دو دن قبل سعودی عرب میں پاکستانی وزیراعظم عمران خان سے ملاقات کی اور سعودیہ سے واپسی پر ایوان صدر میں ایک وفد سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ 'پاکستان نے انہیں دعوت دی ہے۔ وہ اگلے چند ہفتوں میں پاکستان کا دورہ کریں گے۔' حالانکہ اشرف غنی نے ہر حملے کے بعد ہمیشہ اس کی ذمہ داری پاکستان پر عائد کی ہے اور متعدد بار اس کا بدلہ لینے کا اعلان بھی کیا ہے۔ اشرف غنی ایوان صدر کے بجٹ کا ایک بڑا حصہ پروپیگنڈے اور سوشل میڈیا پر خرچ کرتے ہیں۔ وہ چار سال سے نہتے افغان شہریوں کو نشانہ بنانے کے بعد ایک ہی جواز پیش کرتے تھے کہ مارے جانے والے پنجابی ہیں۔ جب بھی امریکی فوج اور کابل انتظامیہ نے مشترکہ کارروائی میں افغان شہریوں کو نشانہ بنایا تو سوشل میڈیا پر ایک طوفان برپا ہوتا ہے کہ اتنے پاکستانی جرنیلوں کو ہلاک کیا گیا ہے۔ ایک بار قندوز میں ایک دینی مدرسے میں جاری تقریب پر حملہ کیا گیا۔ جس میں سو سے زائد معصوم حفاظ کرام شہید ہو گئے۔ اسی طرح فراہ، کنڑ، میدان وردگ، لوگر، جلال آباد اور ہلمند میں معصوم لوگوں کو نشانہ بنایا گیا۔ ہر بار یہ دعوی کیا گیا ہے کہ ان حملوں میں پاکستانی کمانڈر مارے گئے ہیں۔ اشرف غنی نے چند ماہ پہلے پاکستان کی 'پشتون تحفظ موومنٹ' کے بعض ارکان کو بتایا: 'میں آپ کے ساتھ ہوں۔'

انہوں نے تب پی ٹی ایم کے حق میں ایک ٹویٹ کی اور ان کے حامیوں نے اس کو خوب ہوا دی۔ اس کے باوجود خلیل زاد نے ایک مرتبہ پھر اشرف غنی سے کہا کہ وہ پاکستان کے ساتھ تعلقات بہتر بنائیں۔ انہوں نے بھی اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے تمام اخلاقی اقدار کو پاؤں تلے روندنے کی کوشش کی۔ پہلے انہوں نے حمد اللہ محب کو پاکستان بھیجا اور اب وہ خود پاکستان کا دورہ کرنے جا رہے ہیں۔ ڈاکٹر اشرف غنی اور انتظامیہ کے لیے یہ بہت شرمناک حالت ہے۔ مختلف ممالک امارت اسلامیہ کے ساتھ رابطے کر رہے ہیں۔ حال ہی میں ماسکو کانفرنس کے بعد امارت اسلامیہ کے اعلی سطح وفد نے چین کا دورہ کیا۔ اس کے علاوہ دیگر علاقائی ممالک نے بھی سیاسی دفتر کے رہنماؤں کو دورے کی دعوت دی ہے۔ علاوہ ازیں قطر سیاسی دفتر میں مختلف ممالک کے وفود امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے سربراہ محترم ملا عبدالغنی برادر اور دیگر رہنماؤں سے ملاقات کا اہتمام کر رہے ہیں۔ یہ کابل انتظامیہ کے لیے باعث شرم ہے۔ سیاسی اور سفارتی لحاظ سے امارت اسلامیہ کی سرگرمیاں خوش آئند ہیں۔ عوام کا اعتماد کابل انتظامیہ سے اٹھ چکا ہے۔ جب کہ دنیا اور خطے کے ممالک کا اعتماد بھی ختم ہو رہا ہے۔ کابل انتظامیہ اپنے زیر کنٹرول علاقوں میں بھی عوامی حمایت کھو چکی ہے۔ عوام اس حکومت کو دشمن کے طور پر دیکھتے ہیں۔ یہ سب کچھ مظلوم عوام کی آہ و فریاد کا نتیجہ ہے کہ اشرف غنی انتظامیہ تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے۔

عام شہریوں کا قتل عام اور دنیا کی دردناک خاموشی

گزشتہ کچھ ہی عرصے سے غاصب امریکی فوج اور کابل ادارے کے غلام مسلح افراد نے وطن عزیز میں رات کے وقت چھاپہ مار کارروائیوں اور بمباریوں پر جتنا زور دیا ہے اور اس کے نتیجے میں جو عام شہری شہید ہو رہے ہیں شائد اس کی مثال گزشتہ اٹھارہ سالہ دور میں نہ ملے۔

عام شہریوں کی قتل عام کے اکثر واقعات چونکہ پوشیدہ نہیں رہ سکتے اس لئے ملکی ذرائع ابلاغ مجبوراً ان خبروں کو شائع کرتے ہیں، انہی ذرائع کی توسط سے ہی دنیا ان واقعات اور افغانستان میں جاری کارروائیوں سے آگاہ ہوجاتی ہے لیکن افسوسناک بات یہ ہے کہ اب تک پوری دنیا خاموش ہے اور اس حوالہ سے نہ تو عالمی برادری کی طرف سے اور نہ ہی عالمی اداروں کی جانب سے کسی قسم کا کوئی رد عمل سامنے آرہا ہے۔

ہاں! ملکی ذرائع ابلاغ اور مختلف چینلز کی طرف سے منعقد کئے گئے گول میز کانفرنسز میں تمام غیر جانبدار تجزیہ کار اب حکومت پر پہلے سے زیادہ غصہ نکال رہے ہیں اور حکومت پر سخت تنقید کرتے ہوئے واشگاف الفاظ میں کہتے ہیں کہ ان تمام تر کارروائیوں میں صرف عام شہری، بوڑھے بچے، خواتین، سکول، مدارس اور یونی ورسٹی کے طلباء اور اساتذہ نشانہ بنتے ہیں۔ گھر، مساجد، سکولز، بازار، ہسپتال یہاں تک کہ رفاہی اداروں کے دفاتر پر بمباری کی جاتی ہے اور جلا کر ختم کر دیا جاتا ہے۔ اور یہ ایک یا دو دن کی بات نہیں بلکہ ہر دوسرے تیسرے دن چھاپوں اور بمباریوں میں درجنوں بے گناہ عام شہری قتل ہو رہے ہیں۔ آج 27 مئی کو یہ سطور لکھتے ہوئے خبروں میں سن رہا ہوں کہ امریکی فوجیوں اور کٹھ پتلی فوج نے مشترکہ کارروائی میں صوبہ پکتیکا کے ضلع برمل میں چار خواتین اور سات بچوں سمیت اٹھارہ شہریوں کو شہید کر دیا ہے اور گزشتہ دن ایک رپورٹ میں پڑھا تھا کہ امریکی اور کٹھ پتلی فوج نے ننگرہار، پکتیکا اور ہلمند میں بچوں اور خواتین سمیت انیس افراد کو شہید کر دیا ہے

قوم کے خلاف وحشت و سربریت میں اضافہ کا اصل سبب سیاسی اور جنگی میدان میں امارت اسلامیہ کہ پہلے سے زیادہ کامیابی و کامرانی ہے جس کا اعتراف پوری دنیا کر رہی ہے اور کابل اور غاصب افواج اپنی شکست کا بدلہ افغان شہریوں سے لے رہے ہیں۔

کابل کا کٹھ پتلی ادارہ اور امریکہ ان دونوں محاذوں میں امارت اسلامیہ کی پیش قدمی اور کامیابی کو پوشیدہ رکھنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں لیکن کامیاب نہیں ہو رہے، پوری دنیا گواہ ہے کہ افغانستان کے دارالخلافہ کابل میں انتہائی حساس مقامات پر امارت اسلامیہ کی طرف سے کامیاب حملے ہو رہے جن میں افغان حکومت اور امریکہ کو بہت زیادہ مالی اور جانی نقصانات پہنچ رہے جنہیں دشمن باجود ہر قسم کی کوشش کے چھپانے پر قادر نہیں۔ دیگر صوبوں کی حالت بھی یہی ہے، الفتح آپریشن کے اعلان کے بعد انتہائی کم وقت میں امارت اسلامیہ نے درجنوں اضلاع اور وسیع علاقوں کو دشمن کے ناپاک وجود سے پاک کیا اور دشمن کے قائم کردہ کئی چیک پوسٹوں اور عسکری مراکز کو اپنے قبضہ میں کر لیا ہے اور آئے دن دشمن کو جانی و مالی نقصانات سے دوچار کر رہا ہے الحمدللہ۔

آج 27 مئی کا خبر ہے کہ امارت اسلامیہ کے مجاہدین کی جانب سے 26 صوبوں میں دشمن کے بڑے بڑے مراکز اور چیک پوسٹوں پر 52 چھوٹے بڑے کامیاب حملوں کے نتیجے میں 103 فوجی اور پولیس اہلکار مارے گئے جبکہ 70 زخمی اہلکار زخمی ہوئے۔ اور اس سے ایک دن قبل مختلف صوبوں میں مارے گئے فوجیوں کی تعداد 86 رہی۔ اس کے ساتھ ہی ہلمند کے ضلع نوزاد میں مجاہدین نے ایک امریکی اپاچی ہیلی کاپٹر کو بھی مار گرایا، ہیلی کاپٹر اور اس میں سوار 13 امریکی فوجی مکمل طور پر جل کر خاکستر ہو گئے۔

عسکری میدان کے ساتھ ساتھ امارت اسلامیہ کی سیاسی ترقی اور کامیابی ہماری توقعات سے بھی زیادہ ہے۔ امریکیوں کے ساتھ امارت اسلامیہ کی نتیجہ خیز بالمشافہ مذاکرات، ماسکو کانفرنس، باقی دنیا سے امارت اسلامیہ کے مضبوط سفارتی تعلقات، دنیا کے بڑے سیاستدانوں کا مسلسل قطر میں قائم امارت اسلامیہ کے دفتر کا دورہ، دوحہ قطر میں امریکیوں کے ساتھ کامیاب مذاکرات کی چھٹی کامیاب قسط اور اہم موضوعات پر اتفاق نے کابل ادارے کو مکمل طور پر دیوار کے ساتھ لگا دیا ہے۔

آج پوری دنیا کی توجہ امارت اسلامیہ کی طرف ہے اور امریکی قوم سمیت کوئی بھی ملک کابل ادارے کی باتوں پر کان نہیں دھرتا بلکہ اسے وقت کا ضیاع سمجھتے ہیں

آج نہ کابل کی طرف غیر ملکیوں کے دھڑا دھڑ دورے ہیں، نہ افغانستان

میں جاری اس جنگ کو مزید طول دینے کے لئے مختلف کانفرنسز کا انعقاد ہے جس میں اشرف غنی اور عبد اللہ عبد اللہ بڑی خوشی سے شرکت کرنے جاتے اور پھر کئی ماہ تک ان کانفرنسز کی کامیابیوں پر جگالی کرتے رہتے اور نہ ہی امریکہ اور نیٹو میں شامل ممالک کی جانب سے افغانستان میں مزید فوج بھیجنے کے اعلانات اور وعدے سننے کو مل رہے ہیں۔

بزدل امریکیوں اور ان کے کاسہ لیس غلاموں کو امارت اسلامیہ کی یہ سیاسی کامیابیاں ہضم نہیں ہو رہی ہیں اور ساتھ ہی وہ طالبان کی طرف سے کئے جانے والے کمر توڑ حملوں سے بچنے اور مقابلہ کرنے کی طاقت بھی مکمل طور پر کھو بیٹھے ہیں اس لئے وہ اپنی شکست کا بدلہ افغان شہریوں سے لے رہے ہیں اور راتوں کو گھروں پر چھاپے مار کر بچوں، بڑوں، خواتین اور بوڑھوں کو بلا امتیاز بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کر رہے ہیں اور صبح اعلان کرتے ہیں کہ ہم نے اتنے اتنے طالبان کو مار دیا ہے۔ حالانکہ ان کی ہر رات کی جانے والی کارروائی کے بعد صبح لوگ ان کے خلاف مظاہرے کرتے ہیں، شہید ہونے والوں کی لاشیں بازاروں اور سڑکوں پہ لا کر رکھ دیتے ہیں لیکن ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی، زیادہ سے کچھ کہیں تو یہ کہ ہم تحقیقات کریں گے اور بس۔

عجیب بات یہ ہے کہ وہ مغربی دنیا جو خود کو انسانی حقوق کی علمبردار سمجھتی ہے اور اپنے ممالک میں بدامنی کے ایک چھوٹا سا واقعہ پیش آنے پر پوری دنیا کو سر پر اٹھا لیتے ہیں لیکن یہاں اس قدر بڑی وحشت و سربریت پر نہ صرف یہ کہ خاموش ہے بلکہ مالی اور سیاسی تائید کی وجہ سے اس وحشت و سربریت میں ایک طرح سے شریک بھی ہیں۔

مغرب کی شرمناک خاموشی سے زیادہ قابل صد افسوس اقوام متحدہ کی خاموشی ہے۔

آپ دیکھیں 2002 میں اقوام متحدہ نے افغانستان میں ملکی نقصانات کو روکنے اور دیگر انسانی حقوق کی پاسداری کے لئے (یوناما) کے نام سے دفتر قائم کیا، اگرچہ اس دفتر سے وقتاً فوقتاً اس حوالے سے آواز اٹھائی گئی ہے، رپورٹس بھی شائع کئے لیکن افسوس کہ اقوام متحدہ کے یہ رپورٹس غیر جانبداری پر مبنی نہیں ہیں۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ ملکی نقصانات کو روکنے پر توجہ دی گئی ہے اور نہ اس حوالے سے کوئی عملی قدم اٹھایا گیا ہے۔

افغانستان میں جاری اس جنگ کے دو رخ ہیں ایک طرف نیٹو، امریکہ اور کابل حکومت ہے تو دوسری طرف امارت اسلامیہ افغانستان ہے، سب یہ مانتے ہیں کہ ملکی نقصانات رات کے چھاپوں، بمباریوں اور توپوں کی بھاری گولہ باری کی وجہ سے پیش آتے ہیں جو کہ امریکیوں اور کابل ادارے کے اہلکاروں کی کارستانیاں ہیں لیکن یوناما کے چارماہی، ششماہی اور سالانہ رپورٹس میں اس طرف کوئی اشارہ نہیں ہوتا۔ یوناما اپنی ہر رپورٹ کی تیاری میں بیرونی غاصب قوتوں اور کابل ادارے کو نظر انداز کر دیتا ہے اور یوں ظاہر کرتا ہے جیسے یہ سب نقصانات طالبان کے حملوں کی وجہ سے ہو رہے ہیں حالانکہ طالبان نہ گاؤں پر بمباری کرتے ہیں، نہ رات کو گھروں پر چھاپے مارتے ہیں اور نہ شہروں پر توپوں سے گولہ باری کرتے ہیں۔

دور نہیں بلکہ جب سے امارت اسلامیہ نے الفتح آپریشن کا اعلان کیا ہے تب سے کوئی مائی کا لال دکھائے کہ طالبان نے کسی شہری کو قتل کیا ہو، یا افغانستان کے کسی کونے سے عوام کی طرف سے طالبان کے بارے میں شکایت کی گئی ہو جبکہ کابل ادارے کے اہلکاروں کے خلاف آئے روز مظاہرے اور احتجاج ہوتے ہیں۔

امریکہ دنیا کے کسی بھی ادارے کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ امریکی فوجیوں کے جنگی جرائم سے متعلق تحقیقات کرے، اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یوناما کی تیار کی جانے والی رپورٹس بھی امریکی دباؤ میں تیار کی گئیں ہیں جو افسوس کا مقام ہے۔ امریکہ نے اپنی بدمعاشی کی بدولت اقوام متحدہ کی ساکھ اور حیثیت کو خاک میں ملا دیا ہے۔

اقوام متحدہ اور خصوصاً سلامتی کونسل کو چاہئے کہ اب امریکی دباؤ سے باہر نکلیں۔ سلامتی کونسل کو چاہئے کہ اپنی ذمہ داریاں اچھے طریقے سے نبھائے اور افغانستان میں ملکی نقصانات کی روک تھام کے لئے مضبوط اقدامات کرے

کے امارت اسلامیہ تیار ہے کہ ملکی نقصانات کی روک تھام اور اس حوالہ سے آزادانہ تحقیقات کے لئے ہر ادارے کے ساتھ تعاون کرے اور اس ہدف کے حصول کے لئے انہیں ہر گاؤں لے جایا جائے جب تک کہ اصل مجرم معلوم نہ ہو اور اس مکروہ چہرہ دنیا کے سامنے اشکار نہ ہو۔

لیکن یہ مسلم اور یقینی بات ہے کہ امریکی غاصبین اور کابل ادارہ کبھی بھی کسی بھی ادارے کو یہ اجازت نہیں دیں گے کہ وہ آزادانہ اور غیر جانبدارانہ تحقیقات کرے اس لئے کہ اس طرح سے ان کی ذلت و رسوائی یقینی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہم پوری مہذب دنیا سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اس وحشت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور اپنی اپنی حکومت پر دباؤ ڈالیں تاکہ امریکہ کی حمایت اور کٹھ پتلی ادارے کی سرپرستی سے ہاتھ کھینچ لے اور افغانوں کو اپنی تقدیر اپنے ہاتھ سے لکھنے کے لئے آزاد چھوڑ دے۔

فحاشی و عریانیت سے جہاد کا نقصان

فاتح افغان

جب تک مسلمان مرد بہتر اخلاق سے متصف اور مسلمان بہنیں عفیف ہوں گی، تب تک کفار اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔ حیا و عفت سے کورے لوگ میدان کار زار میں مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس لیے کفار کی کوشش ہوتی ہے کہ بے حیائی کو فروغ دیا جائے۔ مختلف ممالک میں بے راہ روی کو رواج دے کر ان کی ثقافتوں کو مٹانا غاصب قوتوں کے بنیادی اہداف میں سے ہیں۔ شراب اور رقص و سرود کی محفلیں امت میں تباہیاں لاتی ہیں۔ امت مسلمہ کی تباہی کے ایام تب شروع ہوئے، جب مغرب نے مسلم ممالک پر اپنا ناجائز قبضہ جمایا۔ کفار کو انھیں علم تھا کہ جب تک مسلمانوں کی مضبوط اخلاقی دیوار منہدم نہ کی جائے، تب تک انہیں بے دین کیا جاسکتا ہے اور نا ہی ان کے وسائل پر قبضہ جمایا جاسکتا ہے۔ اس لیے سب سے پہلے مسلمانوں کی اخلاقی قدروں کو کمزور کرنے کی کوشش کی گئی۔ دوسرے مرحلے میں بدکردار لوگوں کو ان کا راہ نما بنایا گیا۔

1798 میں مصر پر فرانس کے غاصبانہ حملے کی ناکامی کا سبب بھی اپنی سرزمین پر ناجائز فرانسیسی قبضے کو برداشت نہ کرنے کی مضبوط اخلاقی اقدار ہیں۔ غاصب قوت کی صفوں میں حیا سے عاری خواتین تھیں، جو مصری معاشرے کے لیے ناسور تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ مصری باشندوں نے سب سے پہلے مظاہرے شروع کیے۔ بعد ازاں غاصب قوتوں سے آزادی کا مطالبہ کیا۔ یہ مطالبات اس قدر شدید تھے کہ غاصب فرانس بھاگنے پر مجبور ہو گیا فرانسیسی بادشاہ اور سپہ سالار نپولین بوناپارٹ نے اپنے جانشین Jean Baptiste Kleberg کے نام ایک پیغام بھیجا۔ اس میں مسلمانوں کی اخلاقی اقدار کمزور کرنے پر زور دیا گیا۔ تقریباً آج تک مسلمان معاشرے میں ہر جگہ انہی اصولوں پر عمل کیا جاتا ہے۔ فحاشی و عریانی عام کرنے اور فحش فلمیں دکھانے کا اہتمام کروایا جاتا ہے۔ تاکہ اسے دیکھ کر مسلمان غیرت و حمیت سے محروم ہو جائیں۔ نپولین کی ان ہدایات سے معلوم ہوتا ہے انہوں نے مسلمانوں کو زیر کرنے کے کتنے منظم منصوبے بنائے ہیں۔ جس کا آغاز اخلاقی قدروں کے خاتمے سے شروع ہوتا ہے۔ ان ہدایات میں کہا گیا ہے:

'فرانسیسی بحری بیڑے بہت جلد ہی اسکندریہ، برلس یا دمیاط میں نظر آئیں گے۔ تب تک مختلف ممالک سے پانچ یا چھ سو اہل کار تیار کیے جائیں، تاکہ مصری کشتیاں دیکھتے ہی پکڑ کر اسے فرانس لے جائیں۔ ایک سال کے لیے وہیں رکھا جائے، تاکہ وہ ہماری ثقافت سے آشنا ہو کر وہی ثقافت اختیار کر لیں۔ جب وہ اپنے وطن لوٹیں تو اپنے ممالک میں ہمارے بہترین نمائندے ہوں گے۔ اس کے بعد چند گویے بھیج دیں گے، جو وہاں کی ثقافت پر اثر انداز ہو کر ان کا طرز زندگی بدل دیں گے۔'

1922 - 1882 میں مصر میں برطانوی استعمار نے بھی یہی ہتھکنڈا استعمال کیا۔ فرانسیسی استعمار کی مسلسل جدوجہد سے مصریوں کی قوت مدافعت جواب دے گئی۔ بالآخر وہ بھی اس بہتی گنگا میں بہہ گئے۔ مصر میں بڑے پیمانے پر فحاشی کو رواج دیا گیا۔ غاصب حکومت کی نگرانی میں فحاشی کے اڈے بنائے گئے۔ اس سیاہ کاری میں مصری خواتین بھی شامل تھیں۔ پہلی جنگ عظیم میں ایک اندازے کے مطابق مصر میں 60ہزار خواتین اس میں مبتلا تھیں۔ جن میں سے تیس ہزار صرف قاہرہ میں تھیں۔ اسی طرح ملک کے طول عرض میں شراب کو منظم منصوبے کے تحت عام کیا گیا۔ دیہات بھی اس سے محفوظ نہ رہے۔ 1904 تک ملک میں چار ہزار شراب خانے بن گئے تھے۔ ایک دن میں کئی کئی قسم کی شراب پینا مصریوں کی عادت بن گئی تھی۔ شادی اور دیگر محافل میں مختلف النوع شراب نوشی نے ثقافت کی شکل اختیار کرلی۔

اس صورت حال کے بہت بھیانک نتائج نکلے۔ ان کی قوت مدافعت کمزور ہو کر ان کی دینی و اخلاقی حالت زار قابل رحم ہوگئی۔ بعض انگریز تاریخ دان بھی مصریوں کی اعلی اخلاقی اقدار کی قابل رحم حالت پر روئے بغیر نہ رہے۔ اسی طرح منشیات کا کاروبار بھی اعلی پیمانے پر ہوتا رہا۔ جس سے باشندگان ملک کی رہی سہی اخلاقی عمارت پوری طرح زمین بوس ہوگئی۔ افغانستان میں بھی فحاشی کے فروغ میں یہی طریقے اختیار کیے گئے ہیں۔ کفار نے اپنی تمام تر توانائیاں افغانوں کی اخلاقی پوزیشن کمزور کرنے پر صرف کی ہیں۔ ایک امریکی اہل کار کی جانب سے افغان بچے کو فحش تصاویر دکھانے کی ویڈیو پوری دنیا نے دیکھی، جس سے صاف ظاہر ہے کہ امریکا کے مقاصد کیا ہیں؟ اس کے علاوہ امریکا کی جانب سے مختلف ٹی وی چینلز کے ذریعے فحاشی کو فروغ دینے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔ ریاستی سطح پر مختلف ڈراموں کا انعقاد، خواتین کے حقوق، تعلیم اور ہنر سکھانے کے نام پر مختلف این جی اوز کو میدان میں لا کر ان کے زیر اہتمام سیمینارز کے ذریعے باپردہ خواتین کو بے پردہ بنا کر انہیں گھر کی چار دیواری سے باہر لانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ فحاشی و عریانی کا یہ سیلاب ملک کے اعلی سطحی اہل کاروں کی تحریک سے پیدا ہوا۔ وہ اس لیے اسے فروغ دے رہے ہیں، تاکہ اسے دیکھ دیکھ کر ان کی حساسیت ختم ہو جائے۔ بالآخر وہ یہ سب معمول کے مطابق ہی دیکھتے رہیں۔ حتی کہ بعض اہل کار اپنی ہی فحش ویڈیوز اور تصاویر لے کر اسے انٹرنیٹ پر اپ لوڈ کرتے ہیں۔

کفار جتنے افغانوں کی جان کے دشمن ہیں، اس سے کہیں زیادہ ان کے اخلاقی و مذہبی اقدار اور تمدن کے دشمن ہیں۔ افغانوں کی روایتی مذہب دوستی، مضبوط ثقافتی اقدار اور اخلاقی پوزیشن کفار کو اس پر مجبور کر دیتی ہے کہ امریکا اور اس کی کٹھ پتلیوں کی ایسی تمام کوششیں خاک میں مل جاتی ہیں۔ وہ اپنے مذہب، ثقافت، تمدن اور کلچر پر کسی سمجھوتے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ انہیں اپنی اولاد کی درست سمت میں تربیت کا احساس ہے۔ یہی وجہ تھی کہ امریکا ہر ممکن کوشش کے باوجود افغان معاشرے میں ایسی بے حیائی پھیلانے میں ناکام رہا، جس کی وہ توقع رکھے ہوئے تھا۔

امریکا کا واضح موقف

عبداللہ رحیمی

اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کی تنظیموں کے اعداد و شمار کے مطابق 2019 کے ابتدائی تین ماہ میں بمباریوں، چھاپوں اور نائٹ آپریشن میں دیگر سالوں کی نسبت زیادہ ہلاکتیں ہوئی ہیں۔ جس کی ذمہ داری امریکا اور کابل انتظامیہ پر ہے۔ کابل انتظامیہ کے سابق سربراہ حامد کرزئی نے بھی اپنے تازہ ترین ردعمل میں افغان صوبے فراہ کے ضلع بالابلوک کے علاقے شیوان میں امریکی طیاروں کے حملے میں عام لوگوں کی ہلاکت کی مذمت کی ہے۔ انہوں نے کہا ہے امریکا کی جانب سے رات کو ہونی والی کارروائیاں اور بمباریاں واضح کرتی ہیں کہ امریکا اور کابل انتظامیہ امن لانے کو تیار نہیں ہیں۔

امریکا ان جرائم میں اضافہ ایسے حالات میں کر رہا ہے، جب قطر میں مذاکرات اور بات چیت جاری ہے۔ ایسا لگتا ہے امریکا اور کٹھ پتلی انتظامیہ نے ایک مشترکہ منصوبے کے مطابق عام لوگوں کی ہلاکت کو اپنا ہدف بنا لیا ہے۔ کچھ دن قبل غزنی کے ضلع شلگر کے علاقے سرداں میں امریکی ڈرون طیارے نے ایک کار کو نشانہ بنایا، اس میں سوار تمام لوگوں کو شہید کر دیا۔ اسی طرح ایک اور ڈرون حملے میں دو آدمیوں کو شہید کیا گیا۔ جب کہ ایک اور ڈرون حملے میں دس کے قریب عام لوگوں کو شہید کر دیا گیا۔ یہ تو ایک ضلع کے ایک علاقے کا حال ہے۔ خدا جانے افغانستان کے دیگر حصوں میں عام لوگوں پر روزانہ کتنی بمباریاں کی جاتی ہیں اور ان میں کتنے لوگ شہید ہو جاتے ہیں۔ کیوں کہ بہت کم لوگ میڈیا تک رسائی رکھتے ہیں۔ دوسری طرف میڈیا بھی کوشش کرتا ہے کہ امریکا کے ہاتھوں ہونے والی ہلاکتوں کو چھپائے اور اسے عالمی میڈیا تک نہ پہنچنے دے۔

امریکا دو رُخی پالیسی اختیار کیے ہوئے ہے۔ ایک طرف اس نے جنگ میں شدت اختیار کر رکھی ہے۔ چھاپے اور بمباریاں کر رہا ہے۔ روزانہ درجنوں افراد شہید کر رہا ہے۔ دوسری طرف سیاسی تفاہم کے لیے زلمے خلیل زاد کو میڈیا کے سامنے کیا ہوا ہے۔ وہ ملک ملک، شہر شہر گھوم رہا ہے۔ امن و صلح کے نام پر حمایت حاصل کر رہا ہے۔ امریکا کا یہ رویہ اس کے واضح موقف کو سامنے آنے سے روک رہا ہے۔ سیاسی امور کے ماہرین کے مطابق امریکا چاہتا ہے کہ جنگ میں شدت پیدا کر کے طالبان پر دباؤ بڑھائے۔ انہیں مجبور کرے کہ وہ نرم شرائط پر افغانستان سے بیرونی فوج کے انخلا کا معاملہ طے کریں۔ افغانستان کی جنگ ہارے ہوئے امریکی فوجی اپنے لیے یہ بات بہت شرم ناک سمجھتے ہیں کہ ان کے نام امریکی تاریخ میں شکست خوردہ جنرلز کے طور پر یاد رکھے جائیں۔ وہ لوگ اپنا نفسیاتی دباؤ استعمال کر رہے ہیں۔ اسی لیے انہوں نے رواں سال کے آغاز سے بمباریوں اور چھاپوں میں قابل ذکر تیزی لائی ہے۔ جس کی وجہ سے عام لوگوں کو بھاری نقصان پہنچ رہا ہے۔

یہ بھی واضح رہے جب سے اسداللہ خالد محکمہ دفاع ملی سرپرست وزیر مقرر ہوئے ہیں، تب سے عام لوگوں پر بمباریاں بڑھ گئی ہیں۔ ان کی کوشش ہے کہ وہ خود کو اپنے آقا کے لیے وفادار ثابت کریں۔ اسداللہ خالد اصلا غزنی سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے غزنی والوں کے حالات خراب کر رکھے ہیں۔ روزانہ کی بنیاد پر ہر جگہ سے زیادہ غزنی میں حملے ہو رہے ہیں۔ عام لوگ نشانہ بن رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے غزنی کے لوگ شدید تکلیف میں مبتلا ہیں۔ اسداللہ خالد چاہتا ہے کہ غزنی کا جو علاقہ طالبان کے ہاتھ میں ہے، وہ واپس لے کر غزنی کے لوگوں کو طالبان کی حمایت کی سزا دے۔

اسی طرح یہ خیال بھی پایا جاتا ہے کہ جب سے اسد اللہ خالد اقتدار میں آیا ہے، پشتون آبادی پر بمباریاں بڑھ گئی ہیں۔ خصوصا جنوبی صوبوں میں بمباریاں، ڈرون حملے اور چھاپے ماضی کی نسبت بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ ایسی کوئی رات نہیں ہوتی، جس میں دس سے بیس تک چھاپے اور ڈرون حملے نہ ہوتے ہوں۔ ایسا لگتا ہے دشمن نے اپنی پوری طاقت سے جنگ کا فیصلہ کیا ہے۔ جس کے مقابلے میں مجاہدین کے حوصلے بہت بلند ہیں۔ الحمدللہ!

جب کہ دشمن کے مراکز پر طالبان کے حملے ماضی کی نسبت بڑھ گئے ہیں۔ پورے اضلاع اور شہر طالبان کے ہاتھ میں ہیں۔ دشمن کی صفوں سے درجنوں لوگ آ کر طالبان کے سامنے ہتھیار ڈال رہے ہیں۔ وہ امریکی غلامی سے توبہ تائب ہو رہے ہیں۔ اب دشمن کے لیے موقع ہے، اسے چاہیے اپنی پوری قوت آزما لے، تاکہ اس کے دل میں کوئی ارمان باقی نہ رہے۔ اب شکست امریکا اور کٹھ پتلیوں کا مقدر ہے۔ سوویت لشکروں کی طرح امریکی فوج بھی ناکام و شرمسار ہو کر افغانستان سے فرار ہو گی۔ ان شاء اللہ

فتوحات کا تسلسل

محمد ازمان افغان

28 مئی 2019 کو روس کے دارالحکومت ماسکو میں افغانستان اور روس کے سفارتی تعلقات کے سو سال مکمل ہونے پر روس حکومت نے ایک کانفرنس کا اہتمام کیا۔ اس کانفرنس میں روس کی دعوت پر ملا عبدالغنی برادر کی سربراہی میں امارت کے اعلی سطحی وفد نے بھی شرکت کی۔ کابل سے حامد کرزئی کی سربراہی میں بھی ایک وفد نے شرکت کی۔ 29 مئی کو ماسکو میں مذکورہ دونوں وفود کے درمیان افغان مسئلے پر کانفرنس میں مکالمہ ہوا۔ طویل غور و غوض اور ایک دوسرے کے خیالات سننے کے بعد مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا۔ اس کانفرنس میں امارت کے سیاسی امور کے سربراہ ملا عبدالغنی برادر نے اپنی گفتگو میں کہا کہ 'امارت حقیقی صلح کے لیے دلی طور پر آمادہ ہے۔ البتہ بیرونی فوج کی جارحیت اور امریکا کی جانب سے ہماری سرزمین کی آزادی و حریت پر قبضہ صلح کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ سب سے پہلے حقیقی صلح اور مذاکرات کی راہ میں رکاوٹ کا ادراک کر کے اسے ہٹانا چاہیے، تاکہ افغانستان میں حقیقی امن کا قیام ممکن ہو سکے۔'

امارت کے سیاسی دفتر کے سربراہ ملا امیر خان متقی نے روس اور افغانستان کے تعلقات پر مشتمل ایک جامع بیانیہ پڑھ کر سنایا، جس میں عہد بہ عہد تعلقات میں پیش آنے والے ان تاریخی واقعات اور نشیب و فراز کا جائزہ لیا گیا تھا، جو افغانستان اور روس کے درمیان سو سال میں پیش آئے تھے۔ بیانیے میں کہا گیا کہ روس سمیت دیگر ممالک افغانستان میں بے جا مداخلت کے بھیانک نتائج کا ادراک کر کے مستقبل میں افغانستان میں تعمیری منصوبوں پر کام کریں۔ نیز اسی ضمن میں روس کی جانب سے افغانستان میں گزشتہ سو سالوں کے دوران اُن تعمیری منصوبوں کا بھی ذکر کیا گیا، جنہوں نے افغانستان کی تعمیر و ترقی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس کانفرنس کے بعد متقی صاحب نے مشترکہ پریس کانفرنس میں میڈیا نمائندوں کے ساتھ گفتگو میں کہا: 'کابل انتظامیہ امریکا کی جانب سے مسلط شدہ ہے۔ ہم اسے نہیں جانتے ہیں اور نا ہی اس کے ساتھ بات چیت کے لیے تیار ہیں۔ ہم افغان کی حیثیت سے یہاں آنے والوں کے ساتھ افغانستان کے سیاسی مستقبل کے بارے میں بات چیت کے لیے تیار ہیں۔'

انہوں نے دو اہم امور کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ 'امارت کا موقف ہے کہ افغانستان تمام افغانوں کا مشترکہ ملک ہے۔ یہاں کوئی ایسا طرز حکومت نہیں ہوگا، جس میں کوئی ایک طبقہ محرومیوں کا شکار ہو اور دوسرا طبقہ عیش پسندی کرے۔ موجودہ حکومت افغانوں کی نمائندہ نہیں ہے۔ یہ حکومت افغانوں کے مسائل حل نہیں کر سکتی۔ دوسری بات یہ کہ گزشتہ اٹھارہ سالوں میں افغانستان کی تعمیر و ترقی کی بات کی جاتی ہے۔ حالاں کہ افغانستان میں کوئی ایسا قابل ذکر تعمیری منصوبہ سامنے نہیں لایا گیا، جسے افغانوں کی پسماندگی کے خاتمے اور ان کے مرض کی دوا کے طور پر ذکر کیا جا سکے۔ افغان عوام کو قید کر کے قتل کر دیا جاتا ہے۔ انہیں جلا وطن کیا گیا۔ یہ سب افغان انتظامیہ کی نااہلی کی وجہ سے ہوا۔ اس انتظامیہ کو فوراً ختم کر کے یہاں اسلامی نظام کا قیام ممکن بنایا جائے۔ تاکہ جنہوں نے اس نظام کے لیے قربانیاں دی ہیں، ان کے ارمانوں کی تکمیل ہو سکے۔ اٹھارہ سال کی مسلسل محنت کا نتیجہ یہ نکلا کہ انتخابات ہوئے سات ماہ ہو گئے ہیں، مگر تادم تحریر جیتنے والے بھی گومگو کی کیفیت میں ہیں۔ انہیں اپنی ذمہ داریوں کا علم ہی نہیں ہے۔

افغانستان میں انسانی حقوق کی کھلم کھلا خلاف ورزی معمول کی بات ہے۔ افغان باشندے اس ظلم کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔ افغانستان ان کی مشترکہ سرزمین ہے۔ افغانستان کی ترقی و بربادی ان کی اپنی ترقی و بربادی ہے۔ وہ ایک ایسے افغانستان کی تعمیر کے لیے کردار ادا کریں، جس میں تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والوں کی قدر کی جاتی ہو۔ انہوں نے مزید کہا کہ افغانستان طاقت کے ذریعے فتح نہیں کیا جا سکتا۔ افغانستان نے ایک لمحے کے لیے بھی کسی دوسرے ملک کی طاقت تسلیم کی اور نا ہی ان کے جبر کے سامنے اپنی خود ارادیت سے دست بردار ہوا۔ انہوں نے امارت کے وفد کے دورۂ ماسکو بارے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ اس ظلم کے روک تھام کے لیے ہم بیرونی دنیا اور پڑوسی ممالک کی حمایت حاصل کرنے کے لیے آئے ہیں، تاکہ بیرونی دنیا کو یہ باور کرایا جائے کہ افغانستان کی حریت و خودمختاری پر حملہ ہوا ہے۔ ان کے بنیادی انسانی حقوق غصب کیے جا رہے ہیں۔ طالبان کے دور میں منشیات کے فروغ پر مکمل پابندی تھی۔ جب کہ آج پوری دنیا میں افغانستان سب سے زیادہ پوست کی کاشت کرنے والا واحد ملک ہے۔ اس سیاہ کاری میں کابل انتظامیہ برابر کی شریک ہے۔ امریکا انسانی حقوق کی بات کرتا ہے۔ ہمارے نزدیک خواتین اور انسانی حقوق یہ ہے کہ افغانوں کے گھروں پر چھاپے بند کیے جائیں۔ بوڑھوں، بچوں اور خواتین کی عزتیں پامال نہ کی جائے۔

یہ کہنا بجا ہے کہ افغانستان میں اٹھارہ سال کے دوران کوئی ایسا کارنامہ انجام نہیں دیا گیا، جسے افغانستان کی ترقی کہا جائے۔ افغانوں کی زندگی میں کوئی خوش حالی نہیں آئی۔ افغانوں کی مشکلات اور مسائل میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔ ماسکو کانفرنس کے بعد امارت کے نمائندوں اور افغانستان کے دیگر سیاست دانوں کے درمیان سیاسی حل کے لیے ملاقات ہوئی۔ اس میں فریقین کے درمیان بیرونی فوج کے انخلا اور اسلامی نظام کے قیام پر اتفاق ہوا۔ حامد کرزئی نے بھی طالبان کے مطالبات کو سو فیصد مبنی بر حقیقت تسلیم کر کے بیرونی فوج کی موجودگی کو جملہ مسائل کی جڑ قرار دیا۔

دنیا نے اس حقیقت کا ادراک کر لیا ہے کہ افغانستان میں امریکی جارحیت افغانستان کی سالمیت سمیت خطے کے امن و امان کے لیے بھی سخت نقصان دِہ ہے۔ امریکا کو عسکری میدان کے علاوہ سیاسی میدان میں بھی بدترین شکست کا سامنا ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ مستقبل میں امارت کی سیاسی کامیابیوں کا سلسلہ مزید وسیع ہوگا۔

کولمبو حملوں کے بعد مسلمان؟

حسن رضوی

سری لنکا میں 21 اپریل کو مسیحی تہوار ایسٹر کے موقع پر دارالحکومت کولمبو میں 3 کلیساؤں، 3 ہوٹلوں اور ایک عوامی مقام پر حکومتی دعوے کے مطابق خودکش حملے ہوئے، جس میں بیرونی ممالک کے شہریوں سمیت 250 افراد ہلاک ہوئے اور 5 سو سے زیادہ زخمی ہوگئے۔ جس پر سری لنکن حکومت نے انتہائی ہوشیاری سے کام لیا۔ بغیر کسی تحقیق کے کسی کو ان حملوں کا ذمہ دار ٹھہرایا اور نہ کسی کو اجازت دی کہ حکومتی اعلان کے بغیر کسی کو حملوں کا ذمہ دار قرار دیا جائے۔ مسلمانوں یا کسی اور گروہ کے خلاف اشتعال انگیز مواد کی اشاعت پر پابندی لگا دی۔ حکم دیا گیا کہ حکومت کی جانب سے شائع ہونے والی معلومات اور تحقیقات کے علاوہ کچھ بھی قابل اعتماد نہیں ہے۔

حکومت کی جانب سے ہونے والے یہ سارے اقدامات بجا تھے۔ جس کی وجہ سے یہ ملک داخلی طور پر بڑے بحران اور نقصان سے محفوظ رہا۔ بعد ازاں حملوں کی ذمہ داری نیشنل جماعۃ التوحید کے نام سے ایک تنظیم پر ڈالی گئی۔ اس لیے اس ملک میں عام مسلمانوں کے خلاف نفرت بڑھنے لگی۔ حالانکہ مذکورہ تنظیم سے عام مسلمانوں نے اپنی بے زاری اور بائیکاٹ کا اعلان کیا تھا۔ مسلمانوں کی بڑی تنظیم نے اس جماعت کے عزائم کے حوالے سے حکومت کو خبردار بھی کیا تھا، مگر حکومت نے اس کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا۔ جب یہ حملے ہوئے تو اکثر تجزیہ کاروں کی رائے یہ تھی کہ اگرچہ ان حملوں کی ذمہ داری کسی نے قبول نہیں کی، مگر اس بات کا قوی احتمال ہے کہ داعش اس کی ذمہ داری قبول کر لے گی۔ کہیں یہ ملک دوسرا برمانہ بن جائے۔ داعش کے بارے میں سب کو علم ہے کہ یہ تنظیم کس کے ہاتھوں کن مقاصد میں استعمال ہو رہی ہے؟

تقریباً ایک ماہ بعد جب سری لنکا حکومت کی جانب سے مسلمانوں کے خلاف سامنے آنے والے متعصبانہ اقدامات کو دیکھا جائے تو یہ رائے بہت درست لگتی ہے کہ اسلام دشمن قوتیں جو چاہتی تھیں، کم از کم سری لنکا میں اس کے نشانیاں ظاہر ہونے لگی ہیں۔ یہاں مسلمانوں کے خلاف تعصب میں اضافہ ہوا ہے۔ جس کے نتیجے میں مسلمانوں کے خلاف شدت پسندی کے بہت سے واقعات سامنے آئے ہیں۔ ان واقعات نے مسلمانوں کے میں شدید خوف و ہراس اور تشویش پھیلا رکھی ہے۔ عام مسلمانوں سے اس واقعے کا انتقام لینے کے جذبات پروان چڑھ رہے ہیں۔ مختلف علاقوں میں لوگ مسلمانوں کے حملے کے لیے چھوٹے چھوٹے بہانے تلاش کر رہے ہیں۔ سری لنکن پولیس نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ ایسٹر حملوں کے بعد مسلمانوں کے خلاف تعصب بڑھ گیا ہے۔ مسلمانوں کے خلاف حملوں میں اضافہ ہوا ہے۔ 100 سے زیادہ غریب مسلمانوں کے رکشے اور ٹیکسیاں جلا دی گئی ہیں۔ مسلمانوں کی دکانوں، ہوٹلوں اور تجارتی مراکز پر حملے ہوئے ہیں۔ حملہ آور لاکھوں روپے لوٹ کر لے گئے ہیں۔ مسلمانوں کا کہنا ہے کہ ہوٹلوں اور تجارتی مراکز پر نصب خفیہ کیمروں نے حملوں اور ڈکیتیوں کے مناظر محفوظ کر لیے ہیں۔ جو پولیس اور دیگر سکیورٹی اداروں کو دے دیے گئے ہیں، مگر پولیس نے حملہ آوروں کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا۔

سری لنکا کے ایک جریدے ڈیلی مرر کی جانب سے شائع ہونے والی تازہ رپورٹ میں آیا ہے کہ کلیساؤں پر حملوں کے بعد مسلمانوں کے خلاف پرتشدد واقعات، اشتعال انگیز اقدامات اور حملوں کے جاری سلسلے، اس حوالے سے پولیس اور دیگر سکیورٹی اداروں کی غفلت کو دیکھا جائے تو یہ بات بجا معلوم ہوتی ہے کہ سری لنکا میں مسلمان اپنے گھروں، ہوٹلوں، کاروباری مراکز اور مساجد میں محفوظ نہیں ہیں۔ شدت پسند بودھوں نے مسلمانوں کی دکانوں کا بائیکاٹ کر دیا ہے۔ مسلمانوں کو ہر طرح سے اقتصادی نقصان پہنچایا جا رہا ہے۔ کولمبو، کینڈی، جافنا اور ریٹی کلوا کے بہت سے علاقوں میں مسلمانوں پر منظم حملے ہوئے ہیں۔ پولیس نے ان حملوں کی روک تھام کے لیے کچھ نہیں کیا۔ سری لنکا کے ایک فعال صحافی پیامی فونسیکا نے اپنی تازہ رپورٹ میں لکھا ہے کہ منووانگوڈا کے علاقے میں اکثر آبادی مسلمانوں کی ہے۔ 13 مئی کو ہزاروں شدت پسند بودھوں نے مسلمانوں کے علاقے پر حملہ کیا۔ ان کے پاس اسلحہ، تلواریں اور خنجر تھے۔ ان حملوں میں 41 دکانیں اور ہوٹل زد میں آئے۔ انہوں نے وانگوڈا کی مرکزی مسجد تباہ کر دی۔ مسجد کے برابر میں واقع

مسلمانوں کے 4 گھر، دکانیں اور گاڑیاں جلاڈالیں۔ حملے کے وقت پولیس اور اسپیشل فورسز کے کمانڈوز علاقے میں موجود تھے، مگر انہوں نے اس کی روک تھام کے لیے کوئی اقدام نہیں کیا۔ پیامی نے اس حوالے سے سری لنکا کے انٹیلی جنس ادارے کے مقامی سربراہ سے اس حوالے سے پوچھا تو انہوں نے اعتراف کیا کہ سکیورٹی اداروں اور پولیس کے درمیان رابطوں کی کمزوری کی وجہ سے ان حملوں کی بروقت روک تھام نہ ہو سکی۔

سری لنکا کے مسلمان شہری عبدالقیوم کا ہوٹل مکمل طور پر تباہ کر دیا گیا ہے۔ ڈیلی مرر کو بتایا گیا کہ چیلواناامی علاقے سے ہمارے رشتہ داروں نے ہم سے رابطہ کیا اور کہا کہ یہاں ہم پر حملہ ہوا ہے۔ تم لوگ چوکنے رہو۔ شاید آپ بھی حملے کی زد میں آ جائیں۔ ہم بہت بے چین تھے۔ ہم نے پولیس کو اطلاع دی، مگر حملے کے دوران پولیس کا ایک بھی اہل کار ہم نے وہاں نہیں دیکھا۔ جب حملہ آور خوب تسلی سے حملہ کر کے چلے گئے تو پولیس اور اسپیشل فورسز پہنچ گئیں۔ خفیہ کیمروں کے ذریعے حملے کے مناظر محفوظ ہو گئے۔ جس کی مدد سے پولیس حملہ آوروں کو گرفتار کر سکتی تھی، مگر انہوں نے کچھ نہیں کیا۔

سری لنکا میں پہلے ہی سے حجاب پر پابندی ہے۔ حکومت نے اعلان کیا ہے کہ یہاں مسلمانوں کے 3 مدارس ہیں، ان کے متعلق بھی غور کیا جا رہا ہے۔ شاید یہ سارے مدارس بند کر دیے جائیں۔ عرب نیوز سے گفتگو کرتے ہوئے کولمبو کی دعوت گاہ کے امام مسجد مولانا عبدالعزیز نے کہا کہ حملوں کے بعد حکومت مسلمانوں کو انتقامی کارروائیوں سے ڈرا رہی تھی۔ حکم دیا گیا تھا کہ 26 اپریل کے جمعہ کو تمام مساجد بند رہیں گی۔ کسی مسجد میں بھی نماز نہیں ہو گی۔ خوش قسمتی سے مسلمانوں نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ ہمت کا مظاہرہ کیا اور تمام مساجد میں جمعہ کی نماز ادا ہو گئی۔ مولانا عبدالعزیز کا کہنا تھا کہ ان حملوں کی تمام مسلمانوں نے شدید الفاظ میں مذمت کی ہے۔ مسلمانوں نے ان سے حملوں سے لاتعلقی کا اظہار کیا تھا تو مساجد بند کرنے کا فیصلہ کیسے معقول ہو سکتا ہے؟

یاد رہے جب 2013 میں متعصب بودھوں کی جانب سے پورے سری لنکا میں مسلمانوں کے خلاف حملے ہوئے تھے، تب کے سری لنکن صدر نے بھی مساجد بند کرنے کا حکم دیا تھا۔ کچھ علاقوں میں 3 مہینوں تک مسجدیں بند رہیں۔ بعد ازاں 'مسلم کونسل آف سری لنکا' کی بہت کوششوں کے بعد حکومت نے مساجد کھولنے کا فیصلہ کیا۔ مشہور سری لنکن اخبار سیلون ٹوڈے کی جانب سے شائع ہونے والی تازہ ترین رپورٹ میں آیا ہے کہ سری لنکا میں 300 مدارس فعال ہیں۔ بھارت اور یورپین ممالک کی جانب سے حکومت کو بار بار یہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ ان مدارس پر پابندی لگائی جائے۔ حکومت ان کی آزادی سلب کر کے اپنے اختیار میں لے۔ بھارت اور پاکستان میں بھی حکومتیں چاہتی ہیں کہ مدارس کی آزادی ختم کر دیں۔ اُن کے خیال میں اس کے اچھے نتائج برآمد ہو سکتے ہیں، جب کہ ایسا کوئی بھی عمل ملک میں فساد، نفرت اور خانہ جنگی کو فروغ دے گا۔ سری لنکا کے معروف روزنامے ڈیلی مرر نے اپنی تازہ ترین رپورٹ میں کہا ہے کہ حکومت تدریجی طور پر مسلمانوں کے خلاف اقدامات کر رہی ہے۔ حجاب پر پابندی کے بعد مدارس کی بندش کے حوالے سے سوچا جا رہا ہے۔ مدارس بند کرنے کے بعد تبلیغی جماعت کی تمام سرگرمیوں پر بھی پابندی عائد کی جائے گی۔ اس حوالے سے سکیورٹی اداروں کے درمیان اتفاق ہوا ہے، مگر یہ فیصلے تدریجاً عمل میں لائے جائیں گے۔

دوسری جانب سری لنکا کے سابق صدر چندریکا کمار ٹونگی نے بھی کہا ہے کہ 'تمام مدارس پر پابندی لگا دی جائے۔' یاد رہے داعشی فکر رکھنے والوں میں سے کسی ایک کا بھی تعلق مدارس سے نہیں ہے۔ حالیہ حملوں کا الزام جن لوگوں پر لگایا گیا ہے، ان میں سے کوئی مدرسے کا طالب علم نہیں ہے۔ سب برطانیہ، آسٹریلیا اور سری لنکا سے تعلق رکھتے ہیں۔ سری لنکا کے معروف عالم مولانا فارس فاروق نے کہا ہے کہ جن لوگوں پر حملوں کا الزام ہے، سب کا تعلق امیر خاندانوں سے ہے۔ سب نے جدید ترین یونیورسٹیوں میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے۔ اس لیے ان حملوں کے بہانے مدرسوں کو بدنام کرنا اور ان کے حوالے سے اپنے غلط عزائم کا اظہار کرنا بڑی بے انصافی ہے۔ مولانا فارس فاروق نے سرکاری حکام اور بودھوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آ کر دیکھ لو، مدارس میں کیا پڑھایا جاتا ہے اور پڑھنے والوں کو کیا سکھایا جاتا ہے؟

ایک مشہور جریدے تامل گارجین نے لکھا ہے کہ سرکاری حکام یہ تاثر دے رہے ہیں، جیسے مدارس سے سری لنکا کو بہت بڑا خطرہ درپیش ہو۔ ایسا لگتا ہے حکومت مسلمانوں کے تمام مدارس بند کرنا چاہتی ہے۔ مذکورہ جریدے نے کچھ مسلمانوں نے نام نہ ظاہر کرنے کی شرط پر بتایا ہے کہ سری لنکا کے حالیہ حملوں کے بعد ان کے خلاف اقتصادی اور معاشرتی بائیکاٹ کی ایک فضا بن گئی ہے۔ مسلمانوں کے کاروبار، ملازمتوں، مساجد، مدارس اور نقل و حرکت سب کو خطرات لاحق ہیں۔ یہ مسلمانوں کے خلاف ایک خطرناک منصوبہ ہے، جو باہر سے اس ملک پر مسلط کیا گیا ہے۔

امارت اسلامیہ کے اُمراء

فاتح افغان

مثالی رہنما وہی ہوتا ہے، جو گفتار کے بجائے کردار سے رہنمائی کریں۔ خود کو عام مسلمانوں اور خصوصاً اپنے پیروکاروں کے لیے نمونہ اور مثال ہو۔ دوسرے خلیفہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب امیر المومنین بنے تو انہوں نے فرمایا:

ولست معلمکم الا بالعمل فسأدع علی هو الذی یعلمکم أکثر من قولی۔

میں اپنے عمل کے ذریعے تمہاری رہنمائی کروں گا۔ میں اپنا عمل تمہارے سامنے رکھوں گا۔ میرے قول سے زیادہ میرا عمل تمہیں سکھائے گا۔

امارت اسلامیہ کے رہنما بھی کردار کے غازی ہیں۔ یہ لوگ خاموش ہوتے ہیں، مگر ان کا عمل امر یا نہی کرتا ہے۔ یہ لوگ دوسروں کی طرح مبالغہ آمیز نعرے، رنگین تقریریں، دل چسپ باتیں اور طویل تحریریں لکھنے والے نہیں ہیں۔ الجزیرہ کے نمایاں صحافی احمد زیدان کی ایک تحریر میں پڑھا تھا کہ 'ایک بار کسی شخص نے امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کو مشورہ دیا کہ ہمیں اپنی تاریخ لکھنے پر توجہ دینی چاہیے۔' امیر المومنین رحمہ اللہ نے سادہ مگر پختہ الفاظ میں جواب دیا کہ 'ہم تاریخ بنانے والے ہیں، تاریخ لکھنے والے نہیں ہیں۔'

اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو جنت کا باغیچہ کا بنا دے۔ اکیلے رہے، اکیلے ہی دنیا سے گئے۔ دنیا کی ترقی یافتہ انٹیلی جنس کو لوگوں کے لیے مضحکہ بنا گئے۔ وہ حقیقۃ متوکل، صادق اور باکردار تھے۔ امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد توکل، ثبات، اختیاری فقر، گمنامی اور اسلامی اخوت قائم رکھ کر اپنے فعل سے افغان عوام اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو ایسا درس دے گئے کہ بڑے بڑے مبلغین، داعی اور واعظ ان سے عاجز آ گئے۔ ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ موجود نہیں ہیں، مگر ان کے افعال اب بھی پوری دنیا کے مسلمانوں کو ظلم، جارحیت اور فساد کے خلاف جنگ کی دعوت دیتے ہیں۔ یہ بات واضح ہے کہ عمل کے ذریعے دیا جانے والا درس بہت مؤثر ہوتا ہے۔ میدان جنگ میں رہنما کی موجودگی اپنے افراد کو جذبہ عطا کرتی ہے۔ ان کا حوصلہ بلند کرتی ہے۔ وہ اس یقین کو پہنچتے ہیں کہ ان کے رہنما جہادی اہداف کے لیے پرعزم اور وفادار ہیں۔ اسی لیے جب ایک جنگجو دیکھتا ہے کہ اس کا رہنما بھی اس کے شانہ بشانہ میدان جہاد کی سختیاں برداشت کر رہا ہے وہ اپنے رہنما کا اتباع کرے گا۔ قربانی کے میدان میں ان سے سبقت لے جانے کی کوشش کرے گا۔

مثال کے طور پر جب امیر المومنین شیخ ہبۃ اللہ اخوند حفظہ اللہ کے بیٹے فدائی حملے کرتے ہیں اور والد اس کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتے بلکہ پوری خندہ پیشانی سے انہیں اجازت دیتے ہیں تو دیگر مجاہدین کیسے جہاد واستشہاد کے میدان سے پیچھے ہٹیں گے؟ یا قربانی وسرفروشی سے بچنے کی کوشش کریں گے؟ اسی طرح جب مجاہدین امیر المومنین اختر محمد منصور تقبلہ اللہ کا جلا ہوا وجود دیکھیں گے جو ڈرون کی بزدلانہ حملے میں راکھ ہو جاتا ہے تو مجاہدین کیسے ڈرون کے خوف سے جہاد سے پیچھے ہٹیں گے۔

اس کے برعکس جو لوگ روتے پیٹتے گلے پھاڑ ڈالتے ہیں، مگر عملاً اپنی

تقریروں پر عمل کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔ ان کے اقوال، ان کے افعال کو جھٹلاتے ہیں۔ ایسے لوگ نمونہ نہیں بن سکتے۔ لوگ بھی ان کی قیادت پر اعتماد کھو بیٹھتے ہیں۔ جہاد دنیاوی مفادات، مراتب اور شہرت کے حصول کے لیے نہیں ہوتا۔ جہاد میں جو کوئی عام مجاہد جس جذبے اور حوصلے سے آیا ہوتا ہے، قائد اور رہنما بھی اسی جذبے سے آتا ہے۔ جس ہدف کی خاطر افراد قربانی دیتے ہیں، اسی ہدف کے لیے رہنما بھی قربانی دیتے ہیں۔ جس اجر و ثواب کی امید مجاہدین کو ہوتی ہے، وہی اجر و ثواب رہنماؤں کو بھی مطلوب ہوتا ہے۔ عظیم قائد حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بہت سے غزوات میں شرکت کی۔ قسم کھا کر فرمایا کہ جو لوگ جہاد پر جانے کی استطاعت نہیں رکھتے، اگر ان پر میرا فراق بھاری نہ گزرتا تو میں ایک بھی جنگ سے پیچھے نہ رہتا۔ عظیم قائد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ساتھ جہادی کارروائیوں میں پوری طرح حصہ لیتے۔ راہ جہاد کی تمام تکالیف اور مشقتیں برداشت کرتے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جنگ بدر کے دن تین تین افراد ایک اونٹ پر باری باری سوار ہو رہے تھے۔ علی بن ابی طالب اور ابولبابہ رضی اللہ تعالی عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدل چلنے کی باری آتی تو وہ دونوں کہتے: 'یا رسول اللہ آپ سوار ہو جائیں، آپ کی جگہ ہم پیدل چلیں گے۔' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: 'نہ آپ لوگ مجھ سے زیادہ طاقت ور ہیں اور نہ میں اجر و ثواب سے مستغنی ہوں۔

جب سید الرسل ﷺ خود جہادی غزوات میں شریک ہوتے ہیں۔ مومنوں کی صفیں اور ان کے جنگی مقامات ترتیب دیتے ہیں۔ مشکلات اور تکالیف برداشت کرتے ہیں۔ بھوک، پیاس اور زخم برداشت کرتے ہیں، تو ایک مجاہد کے لیے ہرگز یہ مناسب نہیں کہ مشکلات اٹھانے میں اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہے۔ اپنے لیے آرام اور سکون کی زندگی پسند کرے۔ قربانی و فداکاری سے خود کو بچائے رکھے۔

مدینہ کے باشندوں اور اردگرد کے دیہات میں رہنے والوں کے لیے یہ جائز نہیں تھا کہ وہ اللہ کے رسول (کا ساتھ دینے سے) پیچھے رہیں۔ نہ یہ جائز تھا کہ وہ بس اپنی جان پیاری سمجھ کر ان کی (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی) جان سے بے فکر ہو بیٹھیں۔ یہ اس لیے کہ ان (مجاہدین) کو جب کبھی اللہ کے راستے میں پیاس لگتی ہے یا تھکن ہوتی یا بھوک ستاتی ہے۔ یا وہ کوئی ایسا قدم اٹھاتے ہیں، جو کافروں کو گھٹن میں ڈال، یا دشمن کے مقابلے میں کوئی کامیابی حاصل کرتے ہیں تو ان کے اعمال نامے میں (ہر ایسے کام کے وقت) ایک نیک عمل ضرور لکھا جاتا ہے۔ یقین جانو اللہ نیک لوگوں کے کسی عمل کو بے کار جانے نہیں دیتا۔

الحمد للہ! امارت اسلامیہ کے تمام مجاہدین اور رہنما شہادت کی تمنا رکھتے ہیں۔ شہادت کی موت جہاد و استشہاد کے میدانوں میں تلاش کرتے ہیں۔ شہادت کے حصول کے لیے ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ صلیبی جارحیت پسندوں کی ترقی یافتہ ٹیکنالوجی کے خلاف امارت اسلامیہ کے مجاہدین کے ثبات، استقامت، صبر اور طویل مزاحمت کا راز بھی یہی ہے کہ امارت اسلامیہ کے رہنما قربانی و سرفروشی کے کسی میدان سے پیچھے نہیں ہٹے۔ امارت اسلامیہ کے اعلی سطح کے بہت سے رہنما، صوبائی گورنرز اور کمانڈر جہاد کے گرم محاذوں پر سرگرمیاں انجام دیتے شہید ہوگئے ہیں۔

قطر مذاکرات کا مسئلہ

محسن خان

طالبان کی مثالی اطاعت اور قربانیوں کی وجہ سے یہ تحریک اپنے بانی امیر المومنین مرحوم ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی رحلت کے بعد بھی دنیائے کفر اور ان کے کاسہ لیسوں کے لیے درد سر بنی ہوئی ہے۔ جب کہ یہ تحریک امت مسلمہ کے لیے باعث اطمینان قلب ہے۔ طالبان نے اپنے وقت کے متکبر اور غاصب استعماری قوتوں سمیت ان کے کاسہ لیس نام نہاد جہادیوں اور کٹھ پتلی افغان فورسز کے ایک وسیع اتحاد کے خلاف طویل اور اعصاب شکن جنگ جیتی ہے۔ اب طالبان کا بین الاقوامی سیاسی اسٹیج پر بھی ڈنکا بج رہا ہے۔

طالبان نے ایک سیاسی قوت کے طور پر بین الاقوامی اسٹیج پر جہاں امریکا کے ناجائز قبضے کے خلاف آواز اٹھائی، وہاں کئی کامیابیاں بھی حاصل کی ہیں۔ طالبان کی طرف سے سیاسی میدان میں جو خلا تھا، وہ پُر ہو گیا ہے۔ کئی ممالک نے طالبان کے موقف کی تائید کی ہے۔ طالبان کے دوسرے ممالک کے ساتھ رابطوں کے لیے راہ ہموار ہوئی ہے۔ طالبان نے ماسکو کانفرنس میں اپنے موقف میں افغانستان کے حالات کو ہر زاویے سے بیان کیا۔ نہایت ہی سادہ اور پُراثر انداز میں اپنی بات پہنچائی۔ اپنے موقف بارے دنیا کا ذہن تبدیل کیا۔ جس کے کئی مثبت اثرات دیکھنے میں آئے ہیں۔

طالبان نے ماسکو کی دوسری کانفرنس کے بعد وہاں موجود افغانستان کے مختلف سیاسی جماعتوں کے قائدین، آزاد صحافیوں، کابل انتظامیہ کے سابق عہدے داروں اور پاکستان میں مقیم تین ملین مہاجرین کے نمائندوں سے بھی ایک خصوصی نشست کا اہتمام کیا۔ جس میں طالبان نے تمام شرکا کو اپنے مستقبل کی پالیسیوں سے آگاہ کیا۔ تاکہ لوگ ذہنوں میں موجود شکوک و شبہات دور ہوں۔ الحمد للہ! اس نشست کا نتیجہ بھی مثبت رہا۔ ماسکو کی تیسری کانفرنس کا انعقاد افغانستان اور روس کے تعلقات کے سو سال مکمل ہونے پر کیا گیا، جس میں طالبان کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ کانفرنس کی صورت حال دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ طالبان یہاں بھی سرخ رُو رہے۔ جب کہ کابل انتظامیہ کے عہدے دار صرف شرکت تک محدود رہے۔ بین الاقوامی میڈیا کا فوکس اس وقت کانفرنس میں موجود طالبان رہنما تھے۔

طالبان نے اپنے قومی اور اسلامی لباس کے ذریعے دنیا کے سیاسی اور صحافتی حضرات پر اپنی دھاک بٹھائی۔ دوسری جانب اس کانفرنس کا ہر لمحہ بین الاقوامی میڈیا کی توجہ کا مرکز تھا۔ اس لیے طالبان نے نہایت مؤثر انداز میں اپنا مدعا بیان کر کے دنیا کو بتایا کہ وہ ملکی اور بین الاقوامی سیاست کا پورا تجربہ رکھتے ہیں۔ اس کانفرنس کی سب سے خاص بات یہ تھی کہ اس میں اہم رہنما ملا عبدالغنی برادر بھی شریک تھے۔ اس کانفرنس میں ملا برادر کی شرکت وہ پہلا موقع تھا کہ وہ منظر عام پر آئے۔ جس سے کانفرنس کے تمام شرکا کی توجہ ان کی جانب مبذول رہی۔ پوری کانفرنس پر ان کی ہیبت طاری رہی۔

ملا برادر اخوند اس وقت امارت اسلامیہ کے نائب سربراہ ہونے کے ساتھ قطر سیاسی دفتر کے سربراہ بھی ہیں۔ اس کے علاوہ امریکا کے خلاف جہاد کے دوران امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے سب سے زیادہ قریبی ساتھی اور مجاہدین کی رہنمائی کرنے والوں میں شمار ہوتے ہیں۔ جب کہ آج طالبان کی کامیاب سیاسی ڈپلومیسی کی باگ ڈور ان کے ہاتھوں میں ہے۔ ملا برادر جیسے مدبر رہنما کی زندگی سیاسی اور عسکری دونوں میدان میں گزری ہے۔ انہوں نے ماسکو کانفرنس میں

افغانستان کے پیچیدہ مسئلے کو نہایت ہی سادہ الفاظ میں بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ 'امارت اسلامیہ 'افغانستان میں قیام امن کے لیے کوشاں اور اس معاملے میں سنجیدہ ہے۔ سب سے پہلے ان رکاوٹوں، خصوصاً امریکی موجودگی کو ختم کرنا چاہیے، جو افغان مسئلے کا بنیادی سبب ہیں۔

ان کے مختصر موقف سے ثابت ہوتا ہے طالبان اب بھی اپنے ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جارحیت پسندوں کے خلاف وہی موقف اپنائے ہوئے ہیں، امیر رحمہ اللہ نے اپنایا تھا۔ امریکا کو عسکری میدان میں بے بس کرنے والے طالبان اب میڈیا میں بھی اس کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ طالبان کے ساتھ امن کے نام پر مذاکرات کے دوران امریکا کے خصوصی نمائندے زلمے خلیل زاد مکر و فریب اور مختلف طریقوں سے طالبان کو سرنگوں کرنے کی ناکام کوشش میں ہیں۔ امریکا کے اسی پر فریب رویے کی وجہ سے آج ان کے اپنے اتحادی بھی ان پر بھروسا کرنے کو تیار نہیں ہیں۔

زلمے خلیل زاد اور طالبان کے درمیان مذاکرات کے دوران میز پر کیا گفتگو ہوتی ہے اور وہ کس طرح مکر سے کام لیتے ہیں، اس کی تفصیلات تو ہم تک مکمل طور پر نہیں پہنچتیں، البتہ کبھی کبھار سوشل میڈیا پر کوئی خبر لیک ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ طالبان کی جانب سے مذاکرات کے دوران عام شہریوں پر چھاپوں اور بمباریوں کی روک تھام کا مطالبہ اور امریکا کا منفی جواب... دوسری جانب طالبان سے جنگ بندی اور کابل انتظامیہ کے ساتھ علیحدہ مذاکرات کا سلسلہ شروع کرنے کا مطالبہ، جس پر طالبان کا انکار... جب کہ طالبان کو ان مطالبات کے سامنے نہ جھکنے پر مختلف دھمکیاں اور دوسرے ممالک کی جانب سے دباؤ ڈلوانا وہ عوامل ہیں، جو طالبان کو نرمی اختیار کرنے پر مجبور کرنے کی کوشش میں بروئے کار لائے جاتے ہیں۔

طالبان کی مثبت سفارتی سرگرمیوں سے دیگر ممالک کی طرف سے طالبان کے حق میں مثبت تبدیلی دیکھنے میں آئی ہے۔ طالبان ہر قسم کی قومی، علاقائی اور بین الاقوامی سیاست کے ماہر ہیں۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں زلمے خلیل زاد کی تمام تر کوششیں صرف امریکی مفادات کے تحفظ کے لیے ہیں نہ کہ اپنے آبائی ملک کو امن کا تحفہ دینے کے لیے ہیں۔ ماضی کی نسبت زلمے خلیل زاد کے ساتھ طالبان کے مذاکرات کے آغاز سے ہی جنگ شدت اختیار کر گئی تھی۔ عام شہریوں کا خون پانی کی طرح بہایا جا رہا ہے۔ اسے بھی امریکا اور کٹھ پتلی افغان انتظامیہ طالبان پر دباؤ ڈالنے کا نام دے رہی ہے۔ حالانکہ ان حملوں میں طالبان کے نقصانات بہت کم ہیں۔ جب کہ سب سے زیادہ نقصان کٹھ پتلی فورسز اور عام شہریوں کا ہوا ہے۔ جب تک زلمے خلیل زاد امریکی فوج کے محفوظ انخلا کے لیے مختلف ممالک کے دورے کرتے رہیں گے، تب تک اپنی کٹھ پتلیوں اور امریکی فوجیوں کے جانی نقصانات کے ذمہ دار وہ خود ہیں۔

طالبان جنگ کے فریق ہونے کی وجہ سے یہ نہیں کہتے کہ ہم پر چھاپے نہ مارے جائیں۔ چھاپہ جنگ کا ایک حصہ ہے۔ جب کہ طالبان نے جنگ کے ہر میدان میں دشمن کو ناکوں چنے چبوائے ہیں۔ یہی وجہ ہے اب امریکی وحشیوں اور ان کی بے مہار کٹھ پتلیوں نے طالبان کے بجائے عام شہریوں پر چھاپے مارنا شروع کیے ہیں۔ جس میں ان کو شدید جانی اور مالی نقصانات اٹھانا پڑ رہے ہیں۔ طالبان بار بار دشمن کو متنبہ کر رہے ہیں کہ جنگ ہمارے اور تمہارے درمیان ہے، عام شہریوں پر چھاپے نہ مارے جائیں۔ طالبان نے اس قسم کے چھاپوں کے ردعمل میں امریکی اور کٹھ پتلی فورسز کے خلاف نئی منصوبہ بندی کے تحت حملے شروع کیے ہیں۔

اگر زلمے خلیل زاد واقعی افغان مسئلہ حل کرنے میں سنجیدہ اور مخلص ہیں تو صرف اتنا کام کریں کہ طالبان کے ساتھ امن مذاکرات میں عملی اقدامات شروع کریں۔ جس طرح امریکا محفوظ انخلا کی درخواست کرتا ہے، جلد از جلد اس ایک نکتے پر عمل پیرا ہوں تو افغانستان کے تمام مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد ہمارے اندرونی مسائل پر گفتگو کر کے وقت ضائع نہ کیا جائے۔ دوسرے ممالک کے ذریعے ہم پر دباؤ ڈالنے کی کوشش نہ کی جائے۔ یہ مسئلے کا حل نہیں، بلکہ اسے مزید پیچیدہ بنانے کی وجہ بن سکتا ہے۔

اپنی بقا کے امریکی بہانے

محمد ارمان

امریکا اور طالبان کے درمیان کئی ماہ سے مذاکرات جاری ہیں۔ جس سے طرفین خوش اور مطمئن ہیں۔ کچھ بعید نہیں کہ مستقبل میں دونوں فریق امریکی انخلا اور طالبان کی جانب سے امریکا کو خطرہ نہ بننے کی شرائط پر راضی ہو جائیں۔ امریکی ایلچی زلمے خلیل زاد سیاسی صلاح و مشورے کر رہے ہیں، تاکہ مذاکرات کامیاب ہو سکیں۔ طالبان کے سیاسی دفتر کے رئیس سہیل شاہین نے زلمے خلیل زاد کو پہلے ہی کہہ دیا ہے کہ امریکا جلد از جلد انخلا کو یقینی بنائے۔ جس کا امریکا کی جانب سے اب تک کوئی مثبت جواب نہیں ملا ہے۔ تجزیہ نگاروں کے نزدیک اس کی وجہ امریکی دوغلا پن ہے۔ جسے وہ سیاسی پالیسی کے طور پر جاری رکھے ہوئے ہے۔ امریکا ایک طرف طالبان کے ساتھ بات چیت اور دوسری جانب افغانستان میں رات کے آپریشنز کا سلسلہ بدستور جاری رکھے ہوئے ہے۔ جس سے افغان عوام کو بھاری نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے۔

امریکی اہل کاروں کی جانب سے اشارے ملے ہیں کہ امریکا ایک اور گیم کھیل رہا ہے۔ وہ مذاکرات نہیں چاہتا۔ کیوں کہ مذاکرات کی کامیابی کی صورت میں اس کا انخلا یقینی ہو جائے گا، جسے وہ نہیں چاہتا۔ وہ دنیا کو یہ باور کرا رہا ہے کہ امریکی انخلا کی صورت میں داعش سر اٹھائے گی۔ وہ نئے سرے سے دنیا کے لیے خطرہ بن جائے گی۔ کچھ دن قبل امریکی فوجی آفیسر فرنگ میکنزی نے المان میں ایک کانفرنس میں اپنی گفتگو کے دوران کہا 'آج افغانستان میں داعش امریکا کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے۔'

در اصل داعش شام اور عراق میں سنی شیعہ فسادات کو ہوا دینے کے لیے ایک فتنہ باز تنظیم ہے۔ وہ افغانستان کے معاملات میں دخیل ہے اور نا ہی اس کا وجود افغانستان میں ہے۔ وہ مشرق وسطی میں امریکی ایجنڈے کی تکمیل کے لیے بنائی گئی ایک تنظیم ہے۔ امریکی منافقت اور دوغلے پن کی وجہ سے امریکا نے ہی داعش کو طیاروں میں بھر بھر کر افغانستان میں لایا ہے، تاکہ اس کے ذریعے مجاہدین کا راستہ روکا جا سکے۔ جس سے امریکا اپنے ایجنڈے کی تکمیل کر سکے۔ امریکا نے اس تنظیم کے ذریعے عراق اور شام میں وہ مقاصد حاصل کیے، جو اس کے بغیر حاصل نہیں کیے جاسکتے تھے۔ افغانستان میں اسے بھرپور طریقے سے لانے کی کوشش کی گئی، لیکن امارت کی دور اندیش اور معاملہ فہم قیادت نے اس فتنے کی سرکوبی میں اہم کردار ادا کیا۔ اسے پھلنے پھولنے نہیں دیا گیا۔ صرف مشرقی صوبے ننگرہار میں اس کے کچھ دہشت گرد موجود ہیں، جنہیں امریکا امداد بہم پہنچا رہا ہے۔ جب مجاہدین انہیں ختم کرنے کے لیے آپریشن کرتے ہیں تو امریکا مجاہدین پر بمباری کر کے داعشیوں کی مدد کو پہنچ جاتا ہے۔

امریکا کی پوری کوشش ہے کہ داعش کو ایک بار پھر تقویت دے کر اسے اپنے پاؤں پر کھڑا کیا جا سکے۔ امریکا افغانستان میں اپنی بدترین شکست کا بدلہ داعش کے بہانے لینا چاہتا ہے۔ مذکورہ امریکی جنرل کے بیان کے بعد امارت کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے تردیدی بیان جاری کرتے ہوئے کہا کہ 'امارت نے داعشی فتنے کی سرکوبی کے لیے بہت قربانیاں دے کر اسے ختم کیا ہے۔ البتہ چند ایک داعشی صرف مشرقی صوبوں میں امریکی فضائی مدد کے بل بوتے نہایت محدود پیمانے پر موجود ہیں۔ اب بھی مجاہدین ان کے خاتمے کے لیے مصروف ہیں۔ جب بھی مجاہدین نے اس کے خلاف آپریشن کا آغاز کیا، امریکا ان کی مدد کو آپہنچتا ہے۔ وہ مجاہدین کے ٹھکانوں پر بمباریاں کر کے داعش کو پھلنے پھولنے کے مواقع دے رہا ہے۔

ذبیح اللہ مجاہد نے بتایا ہے 'اگر واقعی داعش امریکا کے لیے خطرہ ہے تو پھر مجاہدین کے خلاف بمباریاں کر کے داعش کو مجاہدین کے حملوں سے کیوں بچاتا ہے؟ محسوس ہو رہا ہے کہ امریکا اپنی منافقانہ سیاست اور استعماری منصوبوں کی تکمیل کے لیے مزید بھی کچھ اقدامات کرنا چاہتا ہے۔ وہ اب بھی افغانستان میں مستقل طور پر رہنے کے خواب دیکھ رہا ہے۔ ان شاء اللہ امریکا کے یہ منصوبے خواب ہی رہیں گے۔ ایک بات واضح رہنی چاہیے کہ امریکا کے ساتھ بات چیت اور منطق کا راستہ شاید کارآمد نہ ہو۔ کیوں کہ وہ طاقت کی زبان سمجھتا ہے۔ افغان عوام سوچتا ہو گا کہ کب تک امریکا ان کے قتل کے لیے منصوبے بناتا رہے گا؟ انہیں چاہیے وہ سر پر کفن باندھ کر امریکی اڈوں پر حملہ آور ہوں، تاکہ مستقل طور پر امریکی غرور کو خاک میں ملا کر آزاد افغانستان کا خواب پورا کیا جاسکے۔

الفتح آپریشن اور دشمن کی پریشانی

احمد مختار

رواں سال امارت اسلامیہ نے الفتح آپریشن کے نام سے کارروائیاں جاری کیں۔ یہ آپریشن شروع ہی سے بڑی فتوحات کا حامل رہا ہے۔ مختلف علاقوں میں دشمن کو کاری ضربیں لگائی ہیں۔ نیمروز سے بادغیس، فراہ، ہرات، قندوز، کابل، غزنی اور زابل تک الفتح اپریشن کے دوران بہت سے علاقے دشمن کے کنٹرول سے نکل گئے ہیں۔ بہت سے جارحیت پسندوں اور داخلی کٹھ پتلیوں کو اس میں جانی و مالی نقصان پہنچا ہے۔

الفتح آپریشن کے سلسلے میں مجاہدین جنگ کا خطِ اول کابل کے پڑوسی صوبوں سے کابل شہر کے اندر تک لانے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔ یہی وجہ ہے الفتح آپریشن کے آغاز سے اب تک کئی بار کابل شہر کے گرین زون میں غیر ملکیوں سے متعلق عسکری اور انٹیلی جنس اہداف کو نشانہ بنایا اور جارحیت پسندوں کو بھاری نقصان پہنچایا گیا ہے۔ مجاہدین نے کابل شہر میں 'شہر نو' کے علاقے میں کاؤنٹر پارٹ نامی بیرونی انٹیلی جنس کو نشانہ بنایا۔ جس کے نتیجے میں مذکورہ ادارے کے 9 اہل کار ہلاک اور بیس سے زائد زخمی ہوگئے۔ اسی طرح اس سال مجاہدین نے کابل شہر کے نویں زون کے مضافات میں قابل بائی اور وزیر کلا کے بیچ غیر ملکیوں کے ایک کانوائے کو نشانہ بنایا۔ جس میں دس سے زیادہ فوجی ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ ان دو فاتحانہ کارروائیوں کے بعد مجاہدین کے گوریلا گروپس نے دارالحکومت میں کٹھ پتلی انتظامیہ کی وزارت دفاع اور وزارت خارجہ کے متعلقہ مراکز پر حملے کیے۔ جس میں کٹھ پتلی انتظامیہ کے اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

الفتح آپریشن کے دوران دارالحکومت کابل کے علاوہ دیگر صوبوں کے مراکز اور اضلاع میں بہت زیادہ فوجی ہورہے ہیں۔ چوں کہ وہ علاقے میڈیا کی پہنچ سے دور ہیں۔ اس لیے کابل انتظامیہ نے بھی میڈیا پر دباؤ بڑھایا ہے کہ مذکورہ صوبوں اور دور افتادہ علاقوں سے مجاہدین کی کارروائیوں کی خبریں نشر نہ کی جائیں۔ مجاہدین نے الفتح آپریشن کی کارروائیوں کا میدان کابل شہر تک پہنچا دیا۔ غیر ملکیوں، انٹیلی جنس اداروں اور سکیورٹی مراکز پر ایسے حملے کیے، جن کو چھپانا کٹھ پتلی انتظامیہ کے بس سے باہر ہوگیا۔ اس طرح انتظامیہ پروپیگنڈے میں شرمندگی کا شکار ہوگئی۔ اسی لیے کاؤنٹر پارٹ کا حملہ چار گھنٹے تک جاری رہا۔ اس حملے نے پورے میڈیا کی توجہ اپنی جانب مبذول کرا لی۔ کابل انتظامیہ کے کٹھ پتلی حکام اس بات سے عاجز تھے کہ اس حملے کی جزئیات میڈیا سے چھپا سکیں۔

اس طرح قابل بائی کا حملے میں بیرونی قوتوں نے اپنے چار اہل کاروں کے زخمی ہونے کا اعتراف کیا۔ اس حملے نے الفتح آپریشن کے مقابلے میں بیرونی اور داخلی قوتوں کی اہلیت کو چیلنج کر دیا ہے۔ سکیورٹی اور دفاعی حکام کابل شہر اور دیگر صوبوں کے مراکز اور اطراف میں الفتح آپریشن کو روکنے سے عاجز آگئے تو انہوں نے پروپیگنڈے کا آغاز کر دیا۔ ان پروپیگنڈا مہم کاروں میں ایک وزیر دفاع اسد اللہ خالد ہیں، جن کے اپنے نام سے شروع کردہ آپریشن کو شکست اور رسوائی کا سامنا ہے۔

موصوف جھوٹ بولنے والے بھونپو ہیں، جو اپنی شکست خوردہ فوج کے ذریعے زابل، قندھار اور دیگر علاقوں میں آپریشن کا اعلان کر رہے ہیں۔ وہ اس طرح اپنی ہاری ہوئی فوج کا حوصلہ بڑھا رہے ہیں۔ وہ اس بات سے خوف زدہ ہیں کہ مجاہدین نے کابل آپریشن کے حلقے میں، اسی طرح دیگر صوبوں میں الفتح آپریشن پروگرام بڑھادیں تو وہ میڈیا کو کیا جواب دیں گے؟ اب تک جو کچھ واضح ہے، وہ یہ کہ امریکا کی تمام تر وحشت اور سربریت کے باوجود مجاہدین دفاعی محاذوں پر انتہائی بلند حوصلے کے ساتھ فاتحانہ پیش قدمی کر رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے امریکا بھی مجاہدین کے آگے مذاکرات کی میز پر بیٹھنے پر مجبور ہے۔ اس کا بے اختیار کٹھ پتلی اشرف غنی بھی ہر مجلس میں مجاہدین کے آگے مذاکرات کے سلسلے میں شمولیت کے لیے منتیں کرتا ہے۔

ملا برادر جہادی سفارت کے مایہ ناز فرد

شاہد غزنیوال

ملا عبدالغنی برادار کا امارت اسلامیہ کے نائب اور سیاسی کمیشن کے سربراہ کے طور پر تقرر کے بعد امارت اسلامیہ کے سفارتی رابطوں اور کارکردگی میں ماضی کی نسبت تیزی آئی ہے۔ قطر دفتر سے آنے والی اطلاعات کے مطابق ملا برادر اخوند کے ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد دفتر کی روزمرہ مصروفیات میں اضافہ ہوا ہے۔ دنیا سے مختلف سیاسی وفود اور میڈیا کے نمائندے دفتر آتے رہتے ہیں۔ حال ہی میں اقوام متحدہ کا ایک اعلی سطحی وفد، یورپین یونین کا خصوصی نمائندہ، جرمنی کے ایک نمائندے سمیت انڈونیشیاء، ازبکستان اور متحدہ عرب امارات کے مختلف عہدے داروں نے قطر دفتر کا دورہ کیا۔ سیاسی دفتر کے مسئولین سے ملاقاتیں کیں، جس میں افغان مسئلے کے مثبت ممکنہ حل کے بارے میں تبادلہ خیال کیا گیا۔

اس کے علاوہ رواں سال کے 28 مئی کو روس کے دارالحکومت ماسکو میں افغانستان اور روس کے سفارتی تعلقات کے سو سال مکمل ہونے پر تقریب کا انعقاد کیا گیا، جس میں امارت اسلامیہ کے سیاسی نمائندوں نے خصوصی شرکت کی۔ تقریب کے بعد افغان سیاست دانوں کے ساتھ بین الافغانی تفاہم کے سلسلے میں منعقدہ کانفرنس میں شرکت اور ملک کی سیاسی صورت حال پر مثبت بحث وہ امور ہیں، جن سے ملا برادر اخوند کی سیاسی ذکاوت اور مہارت واضح ہوتی ہے۔

ملا برادر اخوند کی پوری زندگی عسکری میدان میں ہی گزری ہے۔ انہوں نے بین الاقوامی سیاست دانوں کے ساتھ ملاقات میں دنیا کو اپنی سیاسی مہارت کے اعتراف پر مجبور کر دیا ہے۔ ملا برادر اخوند کی مذکورہ سیاسی مہارت کی ایک اہم وجہ ان کا افغانستان کے تین سیاسی ادوار (سوویت یونین کے خلاف جہادی مرحلہ، امارت اسلامیہ کا دور اور امریکا کے خلاف جہاد کا دور) کے مراحل سے گزرنا بھی ہے۔ ان ادوار سے وہ کافی تجربہ حاصل کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ امارت اسلامیہ میں نائب اور سیاسی دفتر کے رئیس کے طور پر انتخاب ان کے لیے کم وقت میں بہت زیادہ سیاسی شہرت کا باعث بنا۔

مذاکرات میں امریکی نمائندے زلمے خلیل زاد کے ساتھ جس احسن انداز سے ملے، اس نے خلیل زاد کو امارت اسلامیہ کے سیاسی کارکردگی اور مثبت سفارت کی تعریف کرنے پر مجبور کر دیا۔ ملا برادر اخوند کی سیاسی فراست کی انفرادیت اس بات میں ہے کہ وہ اپنے سابقہ جہادی نظریے اور امیر المومنین کے سب سے زیادہ قریبی ساتھی رہے ہیں۔ انہوں نے حالات کا بڑی باریک بینی سے مشاہدہ کیا ہے۔ جس کی وجہ سے بین الاقوامی سفارت کار امارت اسلامی کے قطر دفتر کی طرف کھنچے چلے آرہے ہیں۔ اسی طرح ان کی ایک انفرادیت یہ بھی ہے کہ وہ عسکری میدان کے شہسوار ہونے کی وجہ سے برسرپیکار مجاہدین کے مزاج کو زیادہ سمجھنے والے ہیں۔ اسی بنا پر سیاسی کارروائیوں میں اس امر کو ضرور ملحوظ خاطر رکھیں گے۔

سیاسی دفتر میں ملا برادر جیسے مدبر اور باصلاحیت شخص کی موجودگی دنیا، بالخصوص امریکا کے لیے افغان مسئلے کے حل کے لیے ایک اہم موقع ہے۔ اگر امریکا واقعی امن کے لیے مخلص ہے تو مذاکرات کے ساتویں اجلاس میں محترم ملا برادر اخوند کے ساتھ اس پر بہت زیادہ پیش رفت ہو سکتی ہے۔ کچھ عملی اقدامات ہوسکتے ہیں۔ امارت اسلامیہ مذاکراتی عمل کو ایک اہم عمل تصور کرتی ہے۔ اس کی اہمیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ملا برادر اخوند جیسے باصلاحیت شخص کا انتخاب کیا گیا۔ آپ سیاسی نزاکتوں کا اچھی طرح ادراک رکھتے ہیں۔ اپنے فیصلوں میں مکمل طور پر بااختیار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی سیاسی اور عسکری ذکاوت میں مزید ترقی عطا فرمائے۔

محمد مرسی کی مظلومانہ موت

رحمت گل

بی بی سی اردو کے بقول محمد مرسی مصر کے پہلے منتخب صدر تھے، جو مکمل جمہوری طرز سے صدارت تک پہنچے تھے۔ وہ صرف ایک سال بعد 3 جولائی 2013 میں فوجی بغاوت کے ذریعے اقتدار سے بے دخل کیے گئے۔ فوج کی جانب سے بغاوت سے قبل فوج اور بیرونی استعماری ایجنسیوں کے تعاون سے مرسی حکومت کے خلاف مظاہرے شروع ہو گئے تھے۔ مظاہرین نے دوبارہ صدارتی الیکشن کا مطالبہ کیا۔ چند دن کے مسلسل احتجاجوں کے بعد فوج نے مرسی سے مطالبہ کیا کہ تین دن میں احتجاج کرنے والوں کے ساتھ بیٹھ کر مسائل کا حتمی حل نکالا جائے، ورنہ فوج مداخلت پر مجبور ہو جائے گی۔ مرسی نے فوج کی دھمکی کو اہمیت نہ دی اور مطالبے کو مسترد کر دیا۔ بالآخر فوج نے تین دن بعد اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ مرسی کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا گیا۔

فوج نے ایک عبوری حکومت بنائی اور مرسی کو چار ماہ تک نامعلوم وجوہات کی بنا پر قید کر دیا۔ ستمبر 2013 میں حکومت نے اعلان کیا کہ مرسی کے خلاف مستقل کیسز کی بنیاد پر انہیں عدالت میں حاضر کیا جائے گا۔ فوج نے الزام لگایا کہ مرسی نے اپنے حامیوں کو صحافیوں اور مخالف جماعت کے دور ہنماؤں کے قتل پر ابھارا تھا۔ کچھ افراد کو غیر قانونی طور پر جیل میں رکھا تھا۔ پشتو کا محاورہ ہے کہ 'طاقت ور لوگوں کا پانی نیچے سے اوپر کو چڑھتا ہے۔' کسی نے سیسی سے یہ نہیں پوچھا کہ آپ نے اخوان المسلمین کے دو احتجاجی کیمپوں پر حملہ کیا۔ ایک ہزار سے زائد احتجاج کرنے والوں کو ہلاک کیا۔ ان ہلاک شدگان کے کیس پر بھی کسی کو عدالت میں بلایا جائے گا؟ اخوان المسلمین کے ہزاروں کارکنوں کو جیلوں میں ڈالنا غیر قانونی نہیں ہے؟ ظاہر سی بات ہے مرسی بطور صدر امریکا کو منظور نہیں تھا۔ اس کے ایک سالہ دور میں اسلامی اقدامات اسرائیل اور دیگر کفریہ قوتوں کے لیے خدشات کا باعث تھے۔ اس لیے سب نے مل کر پہلے مصر میں احتجاجوں کا سلسلہ شروع کیا۔ جب مرسی نے انہیں دبانے کے لیے پولیس کا سہارا لیا تو فوج فوراً میدان میں آ دھمکی اور انہیں اقتدار سے ہٹا دیا۔

یہ اس جمہوریت کا حشر ہے، جسے امریکا افغانستان میں توپ اور ٹینک سے نافذ کرنا چاہتا ہے۔ جب کہ مصر میں توپ اور ٹینک کی طاقت سے اسے ختم کیا گیا ہے۔ جب مرسی پہلی بار عدالت لائے گئے تو انہوں نے چیخ چیخ کر کہا کہ وہ اب بھی مصر کے صدر ہیں۔ فوج نے ان کی قانونی حکومت کے خلاف بغاوت کی ہے۔ اسے بغاوت کی وجہ سے سزا دینی چاہیے۔ انہوں نے اپنا مقدمہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

محمد مرسی 1951 میں دریائے نیل کے کنارے واقع صوبہ شرقیہ کے ایک دیہات میں پیدا ہوئے۔ وہ 1970 میں قاہرہ یونیورسٹی سے انجینئر کی حیثیت سے فارغ ہوئے۔ اس کے بعد ڈاکٹریٹ کے لیے امریکا گئے۔ ڈاکٹریٹ کے بعد مصر لوٹے اور زقازیق یونیورسٹی میں انجینئرنگ فیکلٹی کے چیئرمین مقرر ہوئے۔ تب وہ اخوان المسلمین کے شعبہ نظم و نسق کے ذمہ دار مقرر ہوئے۔ اس تنظیم میں ترقی کی اور اخوان کے کارکنوں کی فکری تربیت کی ذمہ داری انہیں سونپی گئی۔

وہ سن 2000ء سے 2005 تک آزاد رکن کی حیثیت سے اتحادی پارلیمنٹ کے رکن بھی رہے، جس میں اخوان المسلمین شریک رہی۔ اس کے بعد وہ اپنے آبائی علاقے سے الیکشن ہار گئے۔ ان کا الزام تھا کہ انہیں جان بوجھ کر ناکام بنایا گیا ہے۔ کیوں کہ سیکولر لوگ ان سے ڈرتے تھے۔ انہوں نے اپنی رکنیت کے دور میں اپنی

خطابت کے جوہر سے لوگوں کو زیادہ متاثر کیا۔ خصوصاً جب 2002 میں ریل حادثے کے بعد ایک خطاب میں انہوں نے انتظامیہ کی نااہلی کو اس کا ذمہ دار قرار دیتے ہوئے شدید لہجہ اختیار کیا۔ انہوں نے لوگوں کی توجہ کھینچ لی اور پورے مصر میں مشہور ہوگئے۔ وہ 2012 میں اخوان المسلمین کی جانب سے صدارت کے امیدوار بن گئے۔ انہوں نے اپنی تنظیم کے سیکرٹری اور مشہور تاجر 'خیرت الشاتر' پر دباؤ ڈالا، تاکہ وہ صدارت کی امیدواری سے دست بردار ہو جائیں اور ان کی حمایت کریں۔ خیرت الشاتر کے مقابلے میں محمد مرسی بہت کم کرشماتی شخصیت کے مالک تھے۔ چوں کہ مرسی اپنی تنظیم حزب الحریت والعدل کے جنرل سیکرٹری تھے تو ان کے مقابلے میں کامیابی کے امکان بہت زیادہ تھے۔

مرسی نے اپنی الیکشن مہم کے دوران وعدہ کیا تھا کہ وہ مصر میں ایسی حکومت قائم کریں گے، جو سب کے لیے قابل قبول ہو۔ انہوں نے باور کرایا کہ حسنی مبارک کے دور میں انہیں کسی نے اقتدار تک پہنچنے کا موقع فراہم نہیں کیا۔ اب اگر وہ اقتدار میں آ جائیں تو مصر ایک ترقی یافتہ اور خوش حال ملک بنا دیں گے۔ 2012 کے انتخابات میں جیتنے سے انہوں نے کامیابی حاصل کی اور مصر کے صدر کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔

مرسی کے ناقدین کا کہنا ہے کہ وہ حکومتی معاملات کی درستی میں ناکام ثابت ہوئے ہیں۔ اسی طرح مصر کے اقتصادی حالات بہتر کرنے میں بھی انہوں نے کوئی کردار ادا نہیں کیا۔ خصوصاً سیکولر لوگوں نے ان کے اسلامی اقدامات پر تنقید کی۔ دوسری جانب امریکا اور اسرائیل بھی ان کے اسلامی پس منظر اور ذہنیت سے خوف زدہ تھے۔ وہ چاہتے تھے انہیں مصر میں ایک ناکام حکمران ثابت کیا جائے۔ اسی طرح عرب ممالک کے ساتھ بھی مرسی کے تعلقات آغاز سے ہی ٹھیک نہیں تھے۔ وہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ مصر میں آئی ہوئی اسلامی حکومت اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جائے۔ مصر کے اندر اور باہر سیکولر حلقے مرسی سے ڈرتے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ مرسی کو ان کے اصلاحی و اقتصادی منصوبوں کی تکمیل اور نفاذ کا موقع دیا جائے۔

یہی وجہ تھی ایک بڑی عالمی سازش کے نتیجے میں مرسی کے خلاف تحریکیں شروع ہو گئیں۔ آہستہ آہستہ وہ سارے مصر میں پھیل گئیں۔ نہر سوئز کے کنارے واقع شہروں میں مرسی کے مخالفین اور حامیوں کے درمیان جھڑپیں شروع ہو گئیں۔ انہیں روکنے کے لیے فوج حرکت میں 'لائی' گئی۔

فوج کے سربراہ عبدالفتاح السیسی نے اعلان کیا کہ بھاری بھر کم مظاہروں کے باعث ملک شدید خطرات سے دوچار ہے۔ اپریل کے آخر میں مخالف تنظیموں نے 'تمرد' (بغاوت) کے نام سے تحریک شروع کی۔ گاؤں، محلے اور بستیوں میں دستخط لیے جانے لگے کہ موجودہ صدر نااہل ہیں۔ وہ امن و امان برقرار رکھنے میں ناکام ہیں۔ اقتصادی حالات درست نہیں کر پا رہے۔ اس لیے فوری نئے صدارتی الیکشن ہونے چاہئیں۔

تمرد کو منظم کرنے والوں کے مطالبے پر 3 جون 2013 کو بڑی تعداد میں لوگ سڑکوں پر نکل آئے۔ مرسی نے اپنی سالانہ تقریر میں انہیں اطمینان دلانے کی کوشش کی کہ ان کے پاس کئی اصلاحاتی پروگرام ہیں۔ انہیں اپنی کچھ غلطیوں کا اعتراف بھی ہے۔ آئندہ بہت جلد مصر کے لوگ تبدیلی دیکھیں گے۔ اس کے باوجود بغاوت نہیں رکی۔ فوج کی ساری ہمدردی ویسے بھی باغیوں کے ساتھ تھی۔ اس لیے انہوں نے اپنی بغاوت مزید مضبوط کر دی۔ لہٰذا فوج نے صدارتی محل پر حملہ کر دیا۔ مرسی تب سے جیل میں تھے۔ سیکولر حکومت انہیں قتل کرنا چاہتی تھی۔ اس کے لیے مختلف سازشیں گھڑی جا رہی تھیں۔ بالآخر جب 17 جون 2019 کو انہیں ایک عدالت میں پیش کیا گیا تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ ہسپتال پہنچنے سے قبل فوت ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ مرسی کو 'سلو پوائزن' (سست رفتار موت) کا زہر دیا گیا تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ دین کی راہ میں برداشت کی ہوئی ان کی تکلیفیں اور کوششیں قبول فرمائے۔

ایک اہم بنیادی مسئلہ

محمد عابد

افغان صحافی اتنے سیاست زدہ ہوگئے ہیں کہ وہ سیاسی مسائل کے علاوہ اجتماعی مسائل اور ترقیاتی منصوبوں پر بات ہی نہیں کرتے۔ اسی وجہ سے ملک آئے دن پس ماندگی کی طرف جا رہا ہے۔ افغانستان طویل عرصے سے جنگوں کا میدان بنا رہا ہے۔ اس وجہ سے یہاں ٹریفک کا نظام نہایت دگرگوں ہے۔ یہ نظام اب لوگوں کے لیے وبال جان بن گیا ہے۔ آئے دن حادثات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ اس قدر شدید نوعیت کے واقعات ہیں کہ اگر ترقی یافتہ دنیا میں اس نوع کا ایک بھی واقعہ سامنے آجائے تو کئی دن اس پر میڈیا میں بحث ہوتی رہتی ہے۔ ان واقعات کا سبب بننے والے حکومتی اہل کار برطرف کیے جاتے اور متاثرین کے ساتھ اظہار ہم دردی کیا جاتا ہے۔ جب کہ افغانستان میں اس نوع کے واقعات معمول بن چکے ہیں۔ درحقیقت امریکا نے افغانوں کے لیے موت کو اس قدر ارزاں بنا دیا ہے کہ بڑے سے بڑے حادثے اور واقعے پر بھی اظہار افسوس نہیں کیا جاتا۔

بسا اوقات کسی کو ان مصیبتوں کا ادراک نہیں ہو پاتا، جو دوسروں کو درپیش ہوں۔ اگر ہم لگژری گاڑیوں سے اتر کر ایک دن کے لیے عام پبلک ٹرانسپورٹ میں سفر کریں تو عوام کی مشکلات کا اندازہ ہو جائے گا۔ ٹریفک کے بڑے حادثات کا ایک بہت بڑا سبب گاڑیاں اور بسیں چلانے والے ڈرائیوروں کا نشہ ہے۔ یہ لوگ مسافروں کی زندگی سے کھیل رہے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ ٹریفک قوانین کے بجائے نشے کے زور پر گاڑیاں چلا کر مسافروں کا اُن کی 'منزل' تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے آئے دن حادثات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ کابل تا قندھار، کابل تا ہرات اور کابل تا مزار شریف جیسی بڑی شاہراہوں پر تو ایسے حادثات روز کا معمول ہیں۔

روسی مداخلت سے قبل کابل، ہرات اور قندھار تک چلنے والی 'قادری ٹرانسپورٹ کمپنی' اس قدر اصولوں اور قوانین کی پابند تھی کہ اگر گاڑی مقررہ وقت سے چند منٹ پہلے یا بعد میں پہنچ جائے تو ڈرائیور کو بلا کر اس سے وجہ دریافت کی جاتی تھی۔ یہ صورت حال آج کے ترقی یافتہ ممالک میں بھی نہیں ہے، جو جنگوں سے کوسوں دور پُرامن سمجھے جاتے ہیں۔

ان مسائل پر بات کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ ایک طرف افغانستان بم و بارود کی زد میں ہے۔ دوسری طرف خراب ٹریفک نظام کی وجہ سے حادثات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ جس میں سیکڑوں لوگ اپنی زندگیوں سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ اتنے بڑے پیمانے پر حادثات رونما ہونے کے باوجود نہ کوئی سیاسی راہ نما اس پر لب کشائی کرتا ہے اور نہ ہی بین الاقوامی دنیا اس طرف توجہ دیتی ہے۔ ملک پر مسلط کٹھ پتلی حکومت تو عوام کو ریلیف دینے میں مکمل طور پر ناکام ہے۔

موجودہ حالات میں بہت سے علاقوں میں مسائل کے حل کے لیے مجاہدین کی طرف دیکھا جاتا ہے۔ ان مسائل کے حل میں مجاہدین کا بہترین کردار رہا ہے۔ اگر مجاہدین اس طرف بھی توجہ کر لیں تو تعمیر و ترقی میں ان کا حصہ ہونے کے ساتھ ساتھ عوام کے لیے سہولتیں مہیا کرنے کا بھی ایک موقع ہوگا۔ بڑے پیمانے پر ناگہانی ہلاکتوں کا سدباب بھی ہو جائے گا۔ میری معلومات کی حد تک امارت نے کابل تا قندھار سڑک پر اپنی استطاعت کی حد تک کافی کام کیا ہے۔ اس کے بہت مثبت اثرات بھی سامنے آئے ہیں۔ اگر دور دراز علاقوں میں بھی اس نوع کے ترقیاتی کاموں پر توجہ دی جائے تو عوام امارت اسلامیہ کے احسان مند رہیں گے۔

یوناما کی رپورٹ اور اصل حقائق

ملا محمود

اس حقیقت سے کوئی بھی ہوش مند انکار نہیں کر سکتا کہ اقوام متحدہ استعمار کی بی ٹیم کے طور پر کام کر رہا ہے۔ مسلم ممالک میں انتشار اور خانہ جنگی کو فروغ دے رہا ہے۔ اس کے تمام ذیلی ادارے یک طرفہ رپورٹس شائع کر کے نا صرف دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونک رہے ہیں، بلکہ حقائق مسخ کر کے تاریخ کا چہرہ بگاڑ رہے ہیں۔ یوناما United Nation Assistance Mission inAfghanistan افغانستان میں کام کرنے والا اقوام متحدہ کا ذیلی ادارہ ہے۔ یہ افغانستان میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والوں کے بارے میں سروے اور مختلف اوقات میں رپورٹس شائع کرتا ہے۔ یوناما نے 26 مئی کو طالبان کے قیدیوں کے ساتھ سلوک پر ایک رپورٹ شائع کی، جس میں کہا گیا تھا کہ 'طالبان قیدیوں کے ساتھ ناروا سلوک کر رہے ہیں۔ وہ قیدیوں کے ساتھ غیر انسانی رویہ کر کے انسانی حقوق کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ نیز طالبان کی قید سے نجات پانے والوں کی زبانی کہا گیا ہے کہ وہ اعتراف جرم کے نام پر روزانہ کی بنیاد پر مارے جاتے تھے۔'

تعجب کی بات یہ ہے کہ یہ رپورٹ ایک ایسے ادارے نے شائع کی ہے، جس کی ناک کے نیچے افغانستان کے پل چرخی اور بگرام جیلوں میں وہ مظالم ڈھائے گئے، جن کی مثال ملنا مشکل ہے۔ ان جیلوں میں مسلمان قیدیوں کے سامنے قرآن مجید کی توہین کی گئی۔ انہیں ایسی کوٹھریوں میں رکھا گیا، جس میں جانوروں کو بھی نہیں رکھا جاتا۔ درجنوں قیدی اسی ظلم و درندگی سے دم توڑ گئے۔ محض مجاہدین کی حمایت کے الزام پر سیکڑوں قیدیوں کو حبس بے جا میں رکھ کر ان پر بھی ظلم و وحشت کا سلسلہ جاری رکھا گیا۔ ان مظالم کے خلاف جیلوں میں احتجاج کیا گیا۔ مجال ہے کہ نام نہاد انسانی حقوق کے اداروں کی طرف سے کوئی رپورٹ شائع کی جاتی۔ رپورٹ کیا شائع کرتے، ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی۔ بدنام زمانہ گوانتاناموبے کے مظالم تو چہار دانگ عالم میں مشہور ہیں۔ ملا عبد السلام ضعیف نے اپنی کتاب میں سلسلہ وار ان مظالم کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ جس شخص میں معمولی شرافت ہو، وہ ان مظالم کو پڑھتے ہوئے کانپ جاتا ہے۔

یہ تمام مظالم انسانی حقوق کے سب بڑے چیمپئن امریکا کی ناک کے نیچے انہی کے عقوبت خانوں میں کیے گئے۔ مجال ہے کہ اداروں نے اس طرف توجہ کی ہو۔ کیوں کہ وہ ایک ہی آنکھ سے دیکھنے کے عادی ہیں۔ ان کے نزدیک مظالم وہ ہیں، جو مسلمان کرے۔ امریکا کے لیے سب کچھ جائز اور روا ہے۔ اوپر جس رپورٹ کا تذکرہ کیا گیا، طالبان قیادت نے اپنے طور پر اس رپورٹ کو مسترد کر کے اسے یک طرفہ اور حقائق کے منافی قرار دیا ہے۔ البتہ قارئین کو اصل حقائق سے باخبر رکھنے کے لیے اس واقعے کو منظر عام پر لانا ضروری ہے۔ جس کی بنیاد پر رپورٹ مرتب کر کے شائع کی گئی ہے۔

یہ بات واضح ہے کہ طالبان نے اپنے دور حکومت میں ریکارڈ سطح پر جرائم رکوائے تھے۔ جو حکومت جدید نیشن اسٹیٹس کی نسبت وسائل سے تہی دست تھی۔ جسے جدید دنیا کی بو بھی نہ لگی تھی۔ اس حکومت میں جرائم کا تصور بھی محال تھا۔ امریکا پوست کی کاشت کے لیے ہر قسم کا زور لگا کر بھی تلف نہ کرا سکا، امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد کے ایک حکم پر ملک کے کونے کونے سے تلف کی گئی۔ جب تک طالبان کی حکومت برقرار رہی، اسے کاشت کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مجرموں کو قید کرنے کی نوبت ہی نا آتی۔ جب سے امریکا یہاں ڈیرے لگائے بیٹھا ہے، اپنے تمام وسائل سمیت جرائم رکوانے میں ناکام ہے۔ اسے پتا ہی نہیں چلتا کہ جرائم کس طرح رکوائے جائیں؟ آج بھی جن علاقوں پر طالبان کا کنٹرول ہے، وہاں جرائم کی شرح میں بہت کمی آئی ہے۔ منشیات اور دیگر جرائم میں ملوث لوگوں کے لیے طالبان کے اپنے جیل ہیں، جہاں وہ مناسب سزائیں دیتے ہیں۔

صوبہ بادغیس میں طالبان نے منشیات کو فروغ دینے کی پاداش میں چند افراد گرفتار کر کے قید کیے۔ کچھ عرصہ بعد انہیں رہا کیا گیا تو وہ یوناما کے ہتھے چڑھ گئے۔ انہوں نے موقع غنیمت جان کر ان سے انٹرویو کیے۔ چوں کہ منشیات فروشوں کو کالے دھن میں حاصل ہونے والی آمدنی کے تحفظ کی فکر لاحق ہو گئی، اس لیے مجاہدین کو بدنام کرنے کے لیے مظالم کا شوشہ چھوڑا گیا۔ جس پر یوناما نے باقاعدہ رپورٹ بنا کر پیش کر دی۔ حالاں کہ اس رپورٹ کی حیثیت محض چند چرسیوں کے سوالات کے جوابوں سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔

افغانستان مئی 2019 میں

احمد فارسی

(نوٹ: یہ تحریر صرف ان واقعات اور نقصانات پر مشتمل ہے۔ جن کا دشمن نے بھی اعتراف کیا ہے۔ مزید اعداد و شمار کے لیے امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ ملاحظہ فرمائیں۔)

مئی 2019 بھی اہم مسلح اور سیاسی واقعات سے بھرپور رہا۔ اس ماہ مجاہدین نے متعدد اضلاع اور چوکیاں فتح کر کے دشمن کو بھاری جانی اور مالی نقصان پہنچایا۔ امن مذاکرات کا چھٹا دور اور ماسکو میں بین الافغانی کانفرنس کا انعقاد بھی اسی مہینے میں ہوا۔ مزید تفصیل ذیلی سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔

امریکی فوج کے نقصانات:

امریکی فوج کو حسب سابق مئی میں بھی قابل ذکر نقصان پہنچا۔ تاہم وہ اپنی پالیسی کے تحت اپنے نقصانات چھپانے کی کوشش کرتی ہے۔ 8 مئی کو امریکی فوج نے مشرقی صوبے میں ایک فوجی کی ہلاکت کی خبر شائع کی۔ 25 مئی کو قندھار ایئرپورٹ کے قریب امریکی فوج کے ایک ٹینک پر دھماکہ ہوا، جس میں متعدد اہل کار ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ 25 مئی کو قندھار کے ضلع نوزاد میں امریکی فوج کا ایک ہیلی کاپٹر گر کر تباہ ہوگیا۔ جس میں سوار تمام اہل کار ہلاک ہوگئے۔ تاہم دشمن نے کہا کہ اس واقعے میں چار اہل کار زخمی ہوئے ہیں۔ 31 مئی کو کابل میں امریکی فوج کے کانوائے پر دھماکہ ہوا، جس میں متعدد فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ ہمارے اعداد و شمار کے مطابق مئی میں 20 امریکی فوجی ہلاک ہوئے ہیں، تاہم سفاک دشمن نے اس پر مکمل خاموشی اختیار کی ہے۔

افغان فوج کی ہلاکتیں:

افغان فوج کی ہلاکتوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ ہر روز مجاہدین کے حملوں میں بڑی تعداد میں کابل انتظامیہ کے اہل کار مارے جاتے ہیں۔ وہ اضلاع اور چوکیاں فتح کرنے کے دوران بھی نشانہ بنتے ہیں۔ بطور مثال چند اہم واقعات ملاحظہ فرمائیں:

7 مئی کو لغمان کے ضلع علی نگار کے پولیس چیف اپنے پانچ اہل کاروں سمیت مجاہدین کے حملے میں ہلاک ہو گئے۔ 11 مئی کو صوبہ بغلان میں ڈپٹی نیشنل سکیورٹی کمانڈر مجاہدین کے ساتھ جھڑپ میں ہلاک ہوگئے۔ 16 مئی کو زابل کے ضلع سیوری پر مجاہدین کے حملے میں کمانڈر اپنے دس اہل کاروں سمیت نشانہ بن گیا۔ اسی روز امریکی طیاروں نے ہلمند کے دارالحکومت کے قریب فوجی اڈے پر بمباری کی، جس میں چار کمانڈروں سمیت درجنوں فوجی ہلاک ہوگئے۔ 27 مئی کو قندوز میں نامعلوم افراد کی فائرنگ سے ایک کمانڈر ہلاک ہوگیا۔

نہتے شہریوں پر تشدد:

امریکی اور افغان فوج کی جانب سے نہتے شہریوں پر تشدد کا سلسلہ نہ صرف مئی میں بھی جاری رہا، بلکہ اس میں مزید اضافہ ہوا۔ اس ماہ سفاک دشمن کے چھاپوں اور حملوں میں سیکڑوں عام شہری شہید اور زخمی ہوگئے۔ سفاک دشمن نہتے شہریوں کو نشانہ بنانے کے ذریعے مجاہدین کو دباؤ میں لانے کی ناکام کوششوں میں مصروف ہے۔ تاکہ امن مذاکرات میں وہ مجاہدین کو اپنے ناجائز مطالبات تسلیم کرنے پر مجبور کرسکے، لیکن یہ دشمن کی خام خیالی ہے۔ نہتے شہریوں پر تشدد کے سلسلے میں یکم مئی کو غزنی کے ضلع زنخان اور لوگر میں دشمن نے متعدد نہتے شہریوں کو تشدد کا نشانہ بنایا۔ اسی روز ننگرہار کے ضلع کامہ میں بھی دشمن نے چھاپے میں ایک جید عالم دین کو شہید کر دیا گیا۔ دو مئی کو 'عوامی تحفظ اور انصاف' نامی تنظیم نے رپورٹ شائع کی، جس کے مطابق گزشتہ ماہ شہری ہلاکتوں کے واقعات میں کابل فوج ملوث تھی۔ 5 مئی کو لوگر کی صوبائی کونسل کے رکن نے میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ضلع محمد آغی میں امریکی فوج کی بمباری میں چھ شہری شہید ہوگئے۔ 9 مئی کو صوبہ ننگرہار کے ضلع چپرہار میں دشمن کی مشترکہ کارروائی میں اسکول کے پانچ اساتذہ اور دو عام شہری شہید ہوگئے۔ 10 مئی کو پکتیکا کے ضلع برمل میں امریکی فوج کے فضائی حملے میں 15 شہری شہید ہو گئے۔ 13 مئی کو سینیٹ کے چیئرمین مسلم یار نے اعتراف کیا کہ شہری ہلاکتوں کے نوے فیصد واقعات رات کے چھاپوں کے باعث رونما ہوتے ہیں۔ 11 مئی کو ننگرہار میں دشمن کی بمباری میں ایک مدرسے کے سات طلبا شہید ہوگئے۔ 20 مئی کو صوبہ ہلمند، قندھار، فراہ، غزنی اور غور میں سفاک دشمن کی مشترکہ کارروائیوں کے دوران 40 عام شہری شہید ہوگئے۔ 27 مئی کو سفاک دشمن کی کارروائی میں پکتیکا کے ضلع برمل میں 18 نہتے شہری شہید ہوگئے۔ اگلے روز میڈیا نے خبر شائع کی کہ 24 گھنٹوں کے دوران صوبہ پکتیکا، پکتیا، ہلمند اور

میدان وردگ میں امریکی فوج کے فضائی حملوں میں 33 شہری شہید ہو گئے ہیں۔ مزید تفصیلات امارت اسلامیہ کی ویب سائٹ پر خصوصی رپورٹ میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

الفتح آپریشنز:

الفتح آپریشن کے سلسلے میں مئی میں کئی اہم فتوحات حاصل ہوئیں۔ 5 مئی کو بغلان پولیس اسٹیشن پر ایک فدائی حملے میں 100 سے زائد اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ 8 مئی کو کابل شہر میں جاسوس ادارے کے مرکز پر مجاہدین نے ہلاکت خیز حملہ کیا، جس میں درجنوں فوجی اور افغان اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ 10 مئی کو مجاہدین نے بادغیس کے ضلع بالامرغاب کے قریب ایک فوجی اڈے پر حملہ کرکے اسے فتح کرلیا۔ 13 مئی کو مجاہدین نے صوبہ غور کا ضلع چارسدہ فتح کرنے کا اعلان کیا۔ 16 مئی کو صوبہ زابل کے ضلع سیوری فتح کر لیا گیا۔ 20 مئی کو مجاہدین نے کابل کے دوغ آباد کے علاقے میں پولیس چوکیوں پر حملے کیے، جن میں 8 پولیس اہل کار ہلاک ہوگئے۔ 30 مئی کو بادغیس کے ضلع بالامرغاب مجاہدین نے دوبارہ فتح کرکے اس پر سفید پرچم لہرادیا۔

امن مذاکرات اور بین الاقوامی کانفرنس:

یکم مئی کو قطر کے دارالحکومت دوحا میں امارت اسلامیہ اور امریکی وفد کے درمیان امن مذاکرات کا چھٹا دور شروع ہوا۔ 9 مئی تک جاری رہنے والے مذاکرات بغیر کسی نتیجے کے ختم ہوگئے۔ 3 مئی کو امارت اسلامیہ کے ترجمان نے کہا کہ خلیل زاد زمینی حقائق کا ادراک کریں اور ہم سے ہتھیار ڈالنے کا مطالبہ نہ کریں۔ 4 مئی کو خلیل زاد نے ایک ٹویٹ کرتے ہوئے کہا کہ 'ہم امن کے حصول کے لیے ہتھیار ڈالنے کو تیار ہیں۔' 7 مئی کو امریکی کمانڈر میلر نے کہا کہ ہم امن پر یقین رکھتے ہیں، تاہم جنگ کا راستہ بھی نہیں چھوڑیں گے۔

28 مئی کو امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے اعلیٰ سطحی وفد افغانستان اور روس کے درمیان سو سالہ سفارتی تعلقات کی بنا پر منعقدہ کانفرنس میں شرکت کے لیے ماسکو پہنچ گیا۔ امارت اسلامیہ کے وفد نے اس کانفرنس میں شرکت کے علاوہ اگلے روز بین الافغانی کانفرنس میں بھی شرکت کی۔ جس میں کابل سے آئے ہوئے وفد بھی شریک رہے۔ اس کانفرنس میں افغان تنازع کے پُرامن حل کے موضوع پر شرکا نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ امارت اسلامیہ کے وفد نے اس کانفرنس میں کابل انتظامیہ کی جانب سے نام نہاد امن کونسل کے سربراہ اور روس میں افغان سفیر کو شرکت کی اجازت نہیں دی۔

دشمن کا اعتراف:

11 مئی کو رائٹرز نیوز ایجنسی نے خبر شائع کی کہ پروپیگنڈے کی جنگ میں طالبان امریکا اور کابل انتظامیہ سے سبقت لے چکے ہیں۔ 15 مئی کو روسی صدر نے امریکی وزیر خارجہ سے ملاقات کے دوران کہا کہ طالبان مضبوط ہو رہے ہیں۔ افغانستان کے بیشتر علاقوں پر ان کی گرفت میں اضافہ ہو رہا ہے۔

دشمن کی شکست:

13 مئی کو امارت اسلامیہ نے اعلان کیا کہ گزشتہ دو ماہ کے دوران کابل انتظامیہ کی سیکورٹی فوج کے 1500 اہل کار مجاہدین کے سامنے سرنڈر ہوگئے ہیں۔ 31 مئی کو صوبہ غور کے ضلع شہرک میں چالیس لیویز اہل کاروں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالنے کا اعلان کیا۔ مئی میں کابل انتظامیہ کے سرنڈر ہونے والے اہل کاروں کی مزید تفصیل امارت اسلامیہ کی ویب سائٹ میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

اٹھارہ سالہ کامیابی:

اس وقت کابل انتظامیہ کی جانب سے ہر فورم پر یہ چرچا شروع ہے کہ 18 برس کی کامیابیاں رائیگاں جانے نہیں دی جائیں گی۔ سوال یہ ہے کہ یہ کون سی کامیابیاں ہیں؟ اس اہم موضوع پر مختلف لوگ دلائل پیش کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں 28 مئی کو ایوان صدر کے سابق مشیر ارشد سلاکار نے کہا کہ ایوان صدر میں فحاشی اور رشوت ستانی کا بازار گرم ہے۔ ان کے پاس کافی ثبوت موجود ہیں۔ اس سے پہلے بھی انہوں نے الزام عائد کیا تھا کہ ایوان صدر کی جانب سے پارلیمنٹ کے لیے نامزد خواتین امیدواروں کو کامیاب بنانے کے لیے انہیں جنسی طور پر ہراساں کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد پارلیمنٹ کی کچھ ممبر خواتین نے بھی اس الزام کی تصدیق کی تھی۔ یہ بھی خبریں میڈیا پر سامنے آ رہی ہیں کہ ایوان صدر کے حکام جنسی تعلقات کے بدلے میں خواتین کو اعلیٰ عہدوں پر تعینات کرتے ہیں۔

کابل حکومت کے سربراہ کی مدت ختم ہو گئی ہے۔ اشرف غنی اپنے قانون کے مطابق غیر قانونی طور پر صدارت کے منصب پر مسلط ہیں۔ ملک میں اہم سیاسی جماعتوں کے قائدین نے بھی ان کی مخالفت کی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ اشرف غنی کی قانونی مدت ختم ہو گئی ہے، وہ اب غیر قانونی صدر ہیں۔ 30 مئی کو کابل میں امریکی سفیر نے بھی کہا کہ کابل انتظامیہ کی قانونی مدت پوری ہو چکی ہے۔ اس کے بعد اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے۔ سیاسی قائدین نے الزام لگایا ہے کہ کابل انتظامیہ کے اعلیٰ حکام نے جان بوجھ کر قانون کو پاؤں تلے روند ڈالا ہے۔ ہم ایک ایسی حکومت کے احکامات تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں، جو خود غیر قانونی ہے۔ اس سلسلے میں حنیف اتمر نے دیگر سیاسی قائدین کے ساتھ مل کر پریس کانفرنس میں کابل انتظامیہ پر کڑی تنقید کی اور اس کو غیر قانونی قرار دیا۔

جنگی جرائم مئی

سید سعید

یکم مئی 2019 کو صوبہ فاریاب کے ضلع گرزیوان میں پولیس کی فائرنگ سے ایک خاتون شہید ہوگئی۔ اسی دن میدان وردگ کے ضلع سید آباد کے علاقے باقرخیل کے قریب شش قلعہ میں افغان فوج کے حملوں میں ایک خاتون اور دو لڑکیاں شہید، جب کہ خواتین سمیت سات بچے زخمی ہوگئے۔ اگلے دن غزنی کے ضلع دہ یک کے علاقے نیاز قلعہ اور سرانداز قلعہ پر امریکی اور افغان فوج نے چھاپہ مارا۔ اس دوران گیارہ شہریوں کو شہید کردیا گیا۔

4 مئی کو سرپل کے ضلع سنگچارک کے علاقے لنگربابا قوزی میں پولیس کی فائرنگ سے ایک شہری شہید ہوگیا۔ اگلے دن صوبہ فراہ کے ضلع بکواہ کے علاقے اشکین، پلوشی اور سپین کاریز اور صوبہ نیمروز کے ضلع دلآرام کے علاقے شاگی اور دوراہی پر امریکی فوج نے شدید بمباری کی، جس سے خواتین اور بچوں سمیت 80 شہری شہید اور زخمی ہوگئے۔ اسی دن لوگر کے ضلع محمد آغی کے علاقے پادخواب پر امریکی فوج کے حملے میں چھ شہری شہید ہوگئے۔ جب کہ زابل کے ضلع خاک افغان کے علاقے جنگلی میں طالبان کے ساتھ جھڑپ کے بعد پولیس اہل کاروں نے چار شہریوں کو شہید اور متعدد افراد کو حراست میں لے لیا۔

6 مئی کو ہلمند کے ضلع مارجہ کے علاقے قاسم بازار پر امریکی اور افغان فوج نے چھاپے کے دوران دو شہریوں کو شہید کردیا۔

8 مئی کو صوبہ فاریاب کے ضلع جمعہ بازار کے علاقے دشت بز پر امریکی فوج کے ڈران حملے میں دو خواتین سمیت پانچ افراد شہید ہوگئے۔ جب کہ ننگرہار کے ضلع چپرہار کے علاقے شیخ قلعہ پر دشمن نے مشترکہ کارروائی کے دوران چار اساتذہ اور دو طالب علموں کو شہید اور گھروں کو تباہ کردیا۔ اگلے دن ہلمند کے ضلع گریشک کے علاقے آب پاشک ماندہ میں امریکی فوج کے ڈران حملے میں دو شہری شہید ہوگئے۔ اسی طرح ہلمند کے ضلع سنگین کے علاقے مالمند پر امریکی فوج اور کمانڈوز نے چھاپہ مارا۔ گھر گھر تلاشی لینے کے دوران 25 دکانوں اور دو پیٹرول پمپس کو آگ لگادی۔

11 مئی کو پکتیکا کے ضلع برمل کے علاقے لمن بازار کے قریب امریکی فوج نے ایک مسافر گاڑی پر ڈرون حملہ کیا، جس میں سوار پندرہ افراد شہید ہوگئے۔ جب کہ بغلان کے ضلع پل خمری گاؤں خروٹ پر امریکی فوج نے چھاپہ مارا۔ ایک ڈاکٹر اور ایک طالب علم کو شہید کردیا۔ اسی دن صوبہ غزنی کے ضلع شلگر کے علاقے دلیل اور خانہ کلی پر امریکی اور افغان فوج کے چھاپے میں چھ شہری شہید ہوگئے۔ جب کہ 13 مئی کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع دایمرداد کے علاقے موکہ، کونج، دادوخیل، احمد خیل، سپین دیوال، قولنزکی اور کوڈی پر دشمن نے چھاپہ مارا۔ اس دوران ایک مدرسے کے سات طالب علموں کو شہید اور متعدد افراد کو گرفتار کرلیا گیا۔

14 مئی کو ننگرہار کے ضلع خوگیانو کے علاقے گنگہ خیل پر امریکی اور افغان فوج نے چھاپہ مارا۔ تین شہریوں کو شہید اور پانچ افراد کو حراست میں لے لیا۔ جب کہ 16 مئی کو ہلمند کے ضلع نوزاد کے علاقے دیوالک پر امریکی فوج نے ڈرون حملہ کیا۔ جس میں 5 شہری شہید اور زخمی ہوگئے۔ اسی طرح 18 مئی کو صوبہ ننگرہار کے ضلع خوگیانو کے علاقے ٹیٹنگ گاؤں پر دشمن نے چھاپہ مارا۔ گھروں کو دھماکہ خیز مواد سے تباہ کردیا اور قیمتی چیزیں لوٹ لیں۔ اشرف اور زمری کے نام سے دو شہریوں کو شہید کردیا گیا۔ جب کہ فاریاب کے ضلع چہل گزی میں امریکی فوج کے ڈرون حملے میں ایک کلینک تباہ ہوگیا اور اس کے طبی آلات کو نقصان پہنچایا گیا۔ اسی دن ہلمند کے ضلع گریشک کے علاقے قلعہ گز پر دشمن کے چھاپے کے دوران 8 افراد شہید ہوگئے۔ جب کہ 18 مئی کو غزنی کے ضلع دہ یک کے علاقے توپیر پر امریکی ڈرون حملے میں تین شہری شہید ہوگئے۔

19 مئی کو قندھار کے علاقے شاولی کوٹ کے مقام الیک کریز پر دشمن نے چھاپہ مارا۔ اس دوران 17 افراد کو شہید اور دو کو زخمی کردیا۔ اسی دن صوبہ فراہ کے ضلع فراہ رود کے علاقہ تپہ سادات، عبداللہ خیل، تودنک اور نوآباد پر دشمن کے

فضائی حملوں میں پانچ شہری شہید ہو گئے۔ صوبہ ہلمند کے ضلع گریشک کے علاقے سیدان پر امریکی اور افغان فوج نے چھاپہ مارا۔ گھر گھر تلاشی کے دوران شہریوں کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ گھروں کو دھماکہ خیز مواد سے اڑایا گیا۔ قیمتی چیزیں کو لوٹنے کے بعد علاقے پر وحشیانہ بمباری کی، جس میں خواتین اور بچوں سمیت 6 افراد شہید اور 10 زخمی ہو گئے۔ ہرات کے ضلع شین ڈنڈ کے علاقے پشتون کوہ پر دشمن کے حملے میں دو شہری شہید ہو گئے۔

20 مئی کو اتحادی فوج نے صوبہ میدان وردگ کے ضلع نرخ کے علاقے توکرک درہ، عمر خیل بازار اور دادل تنگی پر چھاپے کے دوران پانچ شہریوں کو شہید کر دیا اور متعدد گاڑیوں کو آگ لگا دی۔ اسی طرح میدان وردگ کے ضلع سید آباد کے علاقے تنگی درہ اور جوی زرین پر امریکی فوج نے فضائی حملے کیے، جس میں تین بچے شہید ہو گئے۔ جب کہ غزنی کے ضلع دہ یک کے علاقے بالائی، سلیمان زئی، شہاب الدین قلعہ، رکیم داد قلعہ اور عباد قلعہ پر سفاک دشمن نے چھاپہ مارا۔ متعدد مکانات کو دھماکہ خیز مواد سے تباہ کر دیا۔ صالح محمد، عبد المنان پیر محمد اور محمد انور نامی چار شہریوں کو شہید اور 19 افراد کو حراست میں لے لیا۔

23 مئی کو فراہ کے ضلع شیب کوہ کے گاؤں کین پر امریکی امریکی فوج نے ایک خیراتی تنظیم 'احسان' کے دفتر پر بمباری کی، جس میں دفتر مکمل طور پر تباہ ہو گیا اور اس میں ڈائریکٹر عبد الحمید اور عبد الرحیم بھی شہید ہو گئے۔ جب کہ 24 مئی کو ہلمند کے ضلع سنگین کے علاقے سرہ بند پر امریکی فوج نے ڈرون حملہ کیا، جس میں چار شہری شہید ہو گئے۔ اسی طرح پکتیکا کے ضلع ارگون کے علاقے پیر کوٹی پر دشمن کے چھاپے کے دوران پانچ شہری شہید ہو گئے۔ جب کہ ننگرہار کے ضلع شیر زاد کے علاقے طوطو، گر خیل اور صدہ خیل پر دشمن کے چھاپے کے دوران دو مساجد اور چھ شہری شہید ہو گئے۔

25 مئی کو ہلمند کے ضلع نحی کے علاقے زمیند اور کاریز میں امریکی فوج نے ایک جیل پر حملہ کیا، جس میں پانچ قیدی لقمہ اجل بن گئے۔ اسی طرح فاریاب کے ضلع دولت آباد کے علاقے قوزبائی قلعہ میں پولیس کی فائرنگ سے ایک خاتون سمیت چار افراد شہید ہو گئے۔ اس سے اگلے دن ہلمند کے ضلع گریشک کے علاقے قلعہ گز میں امریکی فوج کے ڈرون حملے میں تین افراد افطاری کے وقت شہید ہو گئے۔

26 مئی کو پکتیا کے دارالحکومت گردیز کے علاقے ابراہیم خیل میں پولیس اہل کاروں نے محمد ابراہیم نامی شخص کو شہید کر دیا۔ اگلے دن ہلمند کے ضلع گریشک کے علاقے زمبوالی اور دادم خان کے علاقے پر امریکا کی بمباری میں پانچ شہری شہید اور دو زخمی ہو گئے۔ جب کہ صوبہ میدان وردگ کے ضلع سید آباد کے علاقے تنگی درہ، گلاب خیل، اور سپین ورسک دیہات پر دشمن نے چھاپہ مارا۔ اس دوران دو مساجد اور متعدد افراد شہید، جب کہ تین افراد زخمی ہو گئے۔ اسی طرح پکتیکا کے ضلع برمل کے علاقے ماستو میں امریکی فوج نے پانچ قبائلی رہنماؤں 'کلام خان، قبائلی سردار ماشوم خان، ضمیر خان، شیر گل اور ولی خان' کو نشانہ بنایا۔ اسی طرح ہلمند کے ضلع سنگین کے علاقے ماندہ میں دشمن کے ڈرون حملے میں پانچ شہری شہید ہو گئے۔ جب کہ پکتیا کے ضلع جانی خیل کے علاقے ورگوڑہ پر دشمن نے چھاپہ مارا۔ جس میں گیارہ شہریوں کو شہید کر دیا گیا۔ جب کہ پکتیکا کے ضلع برمل کے علاقے میامی پر دشمن کے چھاپے کے دوران خواتین اور بچوں سمیت 18 شہری شہید ہو گئے۔

28 مئی کو ہلمند کے ضلع نحی کے علاقے چلوزئی میں امریکا نے ایک دکان پر ڈرون حملہ کیا، جس میں موجود دس شہری شہید ہو گئے۔ جب کہ سفاک دشمن نے غزنی کے ضلع شلگر کے گاؤں ملنگ میں چھاپے کے دوران تین شہریوں کو شہید کر دیا۔ اگلے دن امریکی فوج نے ہلمند کے ضلع نوزاد کے علاقے انگرک پر ڈرون حملہ کیا، جس میں دو شہری شہید ہو گئے۔

31 مئی کو ہلمند کے ضلع گریشک کے علاقے نہر سراج دیخ چال میں امریکی فوج نے ایک دکان پر ڈرون حملہ کیا، جس میں چار شہری شہید اور دو افراد زخمی ہو گئے۔ اسی دن امریکی اور افغان فوج نے ہلمند کے ضلع مارجہ کے علاقے چور چہار راہی میں چھاپے کے دوران متعدد مکانات دھماکہ خیز مواد سے تباہ کرنے کے بعد 62 دکانوں کو آگ لگا دی۔ اسی طرح 20 موٹر سائیکلوں کو بھی جلا دیا اور ایک معصوم بچے سمیت دو افراد کو شہید کر دیا۔

ذرائع: 'بی بی سی، آزادی ریڈیو، افغان اسلامک پریس، پژواک، خبریال، لراو بر، نن ڈاٹ ایشیا اور دیگر ویب سائٹس۔

مئی 2019 میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	ایجنٹوں کے ہلاکتیں	ایجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
-1	قندھار	107		0	0	206	50	40	2	3	
-2	ہلمند	110		2	1	236	139	27	11	14	
-3	زابل	53		0	0	229	62	50	7	13	
-4	روزگان	15		0	0	56	3	4	0	0	
-5	ہرات	45		0	0	83	40	15	1	3	
-6	فراہ	24		0	0	76	27	9	5	9	
-7	بادغیس	25		0	0	75	70	2	0	4	
-8	نیمروز	13		0	0	9	2	0	0	0	
-9	غور	16		0	0	34	26	2	1	0	
-10	فاریاب	25		2	3	42	59	17	3	3	
-11	کونڑ	11		0	0	6	10	2	0	0	
-12	نورستان	11		0	0	9	11	0	0	0	
-13	غزنی	۵۵		0	0	153	99	21	1	0	
-14	خوست	35		0	0	72	8	8	1	0	
-15	میدان وردگ	45		0	0	112	56	22	0	0	
-16	لوگر	57		0	0	181	90	24	2	0	
-17	کاپیسا	27		0	0	63	33	1	1	0	
-18	پکتیا	93		0	0	145	83	28	1	1	
-19	پکتیکا	36		0	0	68	29	13	1	0	
-20	ننگرہار	15		0	0	8	18	6	0	0	
-21	لغمان	۲۱		0	0	۳۷	18	8	0	0	
-22	کابل	37	2	20	5	73	46	17	6	5	3
-23	پروان	10		0	0	9	9	4	0	0	
-24	قندوز	32		0	3	80	60	3	0	0	
-25	بغلان	24	1	0	0	119	103	18	9	7	1
-26	تخار	7		0	0	23	7	0	4	0	
-27	سمنگان	9		0	0	29	37	6	0	0	
-28	بدخشان	6		0	0	12	7	2	0	0	
-29	جوزجان	9		0	0	22	38	2	3	0	
-30	بلخ	31		0	0	73	77	11	3	2	
-31	بامیان										
-32	سرپل	11		0	0	19	32	6	2	1	
-33	دای کنڈی	2		0	0	3	2	0	0	0	
-34	پنج شیر	1		0	0	2	0	0	0	0	
مجموعہ		1018	3	24	12	2364	1351	368	64	65	4

غنائم

غنائم
پولیس POLICE
پولیس POLICE

SHARIAT Monthly Islamic Magazine
8th Year June 2019

امارت اسلامیہ کا مواصلاتی کمیشن صوبہ بدخشان کے ضلع راغستان میں ذیلی سڑکوں کو مرکزی شاہراہ سے ملانے والی ٹوٹی ہوئی سڑک کی تعمیر کر رہا ہے۔ یہ سڑک اہم علاقوں کو آپس میں جوڑتی ہے۔